جلد ۱۱ شمارہ ۷ جولائی ۱۹۹۹ء ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

فہرست

اس شمارے میں

اس شمارے میں — محمد بلال — ۲

شذرات

انعامی اسکیمیں — طالب محسن — ۴

قرآنیات

البیان: البقرہ ۲: ۴۰-۴۶ (۹) — جاوید احمد غامدی — ۶

معارف نبوی

نجات اور جرائم — طالب محسن — ۱۲

حضرت مسیح کی حیثیت — طالب محسن — ۱۶

دین و دانش

اصول و مبادی (۱۳) — جاوید احمد غامدی — ۲۰

قانونِ دعوت (۴) — جاوید احمد غامدی — ۲۳

خدا کے دنوں کی طوالت — معز امجد / محمد بلال — ۲۷

دانش سرا کی سرگرمیاں

دانش سرا، پاکستان کا دوسرا سالانہ اجتماع (۳) — محمد بلال — ۳۷

یسئلون

سوال و جواب — معز امجد / محمد رفیع مفتی — ۴۸

ملاقات

احمد جاوید صاحب سے ایک مکالمہ — نعیم احمد بلوچ — ۵۳

ادبیات

دو سوال (افسانہ) — محمد بلال — ۶۸

وادیِ کشمیر (نظم) — جاوید احمد غامدی — ۷۴

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

اس شمارے میں

ایک مذہبی جماعت کا عوامی جلسہ ہو رہا تھا۔ جلسہ اس لحاظ سے عام جلسوں سے مختلف تھا کہ اس میں مختلف نقطہ ہاے نظر کے حامل مقررین کو مدعو کیا گیا تھا۔ جلسے میں ایک مقرر کافی دیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کر رہا تھا۔ میں بھی حاضرین میں موجود تھا۔ میرے قریب ایک ایسی مذہبی جماعت کے کارکن کھڑے تھے جو ملکی نظام میں تبدیلی لانے کی علم بردار ہے۔ اُس مقرر کی باتوں سے بیزار ہو کر، بلکہ جھنجھلا کر ان میں سے ایک کارکن نے اپنا سر دائیں بائیں ہلایا، اپنے ہاتھ کو ایک مضبوط مکے کی شکل دی اور قریب کھڑی ایک گاڑی کے بونٹ پر مارا۔ پھر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور انھیں نیچے جھٹکتے ہوئے کہا: ''او ہو! یہ بتاؤ نظام میں تبدیلی کیسے آئے گی!''

یہ واقعہ ہے کہ دین کو ریاست کا ایک نظام سمجھنے اور اس نظام کو پاکستان اور پھر پوری دنیا میں نافذ کرنے کے مسئلے کو انسان کا اصل مسئلہ قرار دینے کا علم بردار مذہبی فکر بہت قوت اور بہت وسعت حاصل کر چکا ہے۔ بلکہ بعض اربابِ تصوف کی سرگرمیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تصوف کے اصل فلسفے سے شعوری یا غیر شعوری طور پر گریز کر کے، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے اہداف کو ضمنی مسئلہ اور نظام کی تبدیلی کو اصل مسئلہ سمجھ رہے ہیں۔

آج بہت کم علماے دین ایسے ہیں جو انسان کے اس مسئلے کی جانب، جو واقعتہً اس کا اصل مسئلہ ہے، جسے قرآن نے اصل مسئلہ قرار دیا ہے، جسے انبیا نے اصل مسئلہ بنا کر پیش کیا ہے، لوگوں کو متوجہ کر رہے ہیں۔

جاوید احمد صاحب غامدی نے دانش سرا کے دوسرے سالانہ اجتماع کے اختتامی خطاب میں اس موضوع پر بات کی اور لوگوں کو ان کے اصل مسئلے کے جانب متوجہ کیا۔ ''دانش سرا کی سرگرمیاں'' کے تحت یہ تقریر اس وقت شائع کی گئی ہے۔

یہاں ہم ایک بات واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ تو خیالی مسائل ہیں البتہ ملکی نظام میں تبدیلی کا مسئلہ بہر حال ایک مسئلہ ہے۔ یہ ہماری بھی خواہش ہے کہ ملکی نظام میں موجود ظلم کا خاتمہ ہو۔ ریاست کے بارے میں اسلام نے جو رہنمائی دی ہے اس کی روشنی میں اس کا سیاسی، معاشی، عدالتی، غرض ہر

"Note from publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

نظام تشکیل پائے اور اس کے کسی جزیے میں بھی شریعت کے منافی کوئی چیز نظر نہ آئے۔ دراصل ہم جب اس ضمن میں تنقید کرتے ہیں تو لوگ ہم پر بہتان لگا دیتے ہیں کہ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششوں کو زک پہنچا رہے ہیں۔ ہماری تنقید کو لوگ منفی زاویے سے دیکھتے ہیں۔ جبکہ ہماری تنقید دراصل تعمیر ہے۔ ہم بس یہ واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نظام کی تبدیلی ایک مسئلہ ہے لیکن یہ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ انسان کا سب سے بڑا مسئلہ کوئی اور ہے، جس کی جانب رہنماؤں کو متوجہ نہ پا کر پریشان ہونا چاہیے۔ جھنجھلانا چاہیے۔ اور کسی گاڑی کے بونٹ پر مکا مار کر کہنا چاہیے کہ: ''اوہو! یہ بتاؤ کہ جنت کیسے حاصل ہو گی!''

احمد جاوید صاحب کے انٹرویو کا آخری حصہ مکمل ہو چکا تھا۔ نعیم احمد بلوچ صاحب ان کو ان کے گھر چھوڑنے کے لیے اپنی گاڑی کی چابیاں پکڑ چکے تھے۔ میں بھی دفتر سے جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ احمد جاوید صاحب بھی اپنے جوتے پہن رہے تھے۔ اس دوران میں انھوں نے مجھے کہا: ''آپ نے ''اشراق'' میں میری تصویر چھاپ دی۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں۔'' ہماری احمد جاوید صاحب سے بے تکلفی تو ہو ہی چکی تھی۔ میں نے بغیر کسی توقف کے مسکراتے ہوئے کہا: ''لیکن ہم تو قائل ہیں۔'' اس پر احمد جاوید صاحب مسکرا دیے اور کوئی بحث کیے بغیر الوداعی علیک سلیک کر کے چلے گئے۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ احمد جاوید صاحب کی رائے کا احترام کرنا چاہیے اور کم سے کم ان کے انٹرویو میں تصویر شائع نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس وقت ہم نے اپنا فارمیٹ چھوڑ کر ''ملاقات'' میں ان کی تصویر شائع نہیں کی۔

اس کے علاوہ ''شذرات''، ''قرآنیات''، ''معارفِ نبوی''، ''دین و دانش''، ''یسئلون'' اور ''ادبیات'' کے سلسلے حسبِ سابق موجود ہیں۔

—— محمد بلال

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

انعامی اسکیمیں

آج کل اشتہارات کے ذریعے سے مختلف ادارے متعدد انعامی اسکیمیں جاری کیے ہوئے ہیں۔ پہلے بھی اس طرح کی اسکیمیں جاری ہوتی رہی ہیں لیکن آج کل تو اس نے ایک وبا کی صورت اختیار کر لی ہے۔ ٹی وی آن کریں تو تھوڑی ہی دیر میں ٹی وی، وی سی آر سے لے کر کروڑوں روپے جیتنے کے امکانات کی خبریں ملنی شروع ہو جاتی ہیں۔

مسلمان کی حیثیت سے ہمیں سب سے پہلے اس بات کو متعین کرنا ہے کہ آیا ان اسکیموں کے اجرا یا ان میں شرکت میں کوئی معصیت تو نہیں ہے؟ یہ سوال بہت ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں موت کے بعد اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ہم کمزور مسلمانوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ معمول کی زندگی گزارتے ہوئے بھی بہت سی کوتاہیوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تو یہی چیز بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ ہم ان کوتاہیوں کا ازالہ کر لیں اور توبہ، اصلاح، صدقہ و خیرات اور نماز روزے کے ذریعے سے اپنی نجات کا سامان کر لیں۔ یہ دور ابلیس کے ہتھکنڈوں کے غلبے کا دور ہے۔ ہم اس کا تحمل نہیں کر سکتے کہ اس کی نئی نئی ترغیبات کا شکار ہو کر اپنی راہ کھوٹی کر لیں۔

ان انعامی اسکیموں کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ اسکیمیں بنکوں نے جاری کی ہوئی ہیں اور کچھ اسکیموں کا اجرا صنعت کاروں نے کیا ہے۔ جہاں تک پہلی نوع کی اسکیموں کا تعلق ہے تو ان کے معصیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سود کھانا قطعی حرام ہے اور ان اسکیموں میں بنکوں نے سود دینے ہی کی ایک نئی صورت اختیار کی ہے۔ مثال کے طور پر اگر بنک اپنے کھاتا داروں کو سو روپے پر پانچ روپے سود دیتے تھے تو اب

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

انھوں نے چھ روپے دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن اپنے بنک میں روپیہ جمع کرانے کی ترغیب بڑھانے کے لیے یہ چھٹا روپیہ جمع کر کے قرعہ اندازی کے ذریعے سے کسی ایک کھاتادار کو دینے کی اسکیم بنادی ہے۔ ظاہر ہے، سود کو کوئی بھی نام دے دیا جائے، یہ حرام ہی رہے گا۔ دوسری قسم کی اسکیمیں البتہ واضح طور پر کسی حرمت کے دائرے میں نہیں آتیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اسکیموں نے پورے ملک میں قمار بازی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر کوئی شخص صرف انعام حاصل کرنے کے لیے کوئی چیز خریدتا ہے تو وہ اصلاً جوا ہی کھیل رہا ہے۔ البتہ اگر کوئی پراڈکٹ معمول میں زیرِ استعمال ہے اور اس پر کوئی انعامی اسکیم جاری ہو گئی ہے تو اسے خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔

ان انعامی اسکیموں پر ایک اور پہلو سے بھی نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ معیشت کے پہلو سے حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صحت مندانہ معاشی سرگرمیوں کے لیے فضا سازگار کرے۔ لوگوں میں راتوں رات کروڑپتی بننے کا جذبہ پیدا کرنا، انھیں محنت سے کمانے کے بجائے جوئے کے طریقے پر اتفاقات کے راستے پر ڈالنا اور انھیں ایک تاجر، ہنر مند اور صنعت کار بنانے کے بجائے مہاجن کی نفسیات میں مبتلا کرنا، کسی بھی اعتبار سے موزوں نہیں ہے۔ ہماری حکومت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کا فرض ہے کہ وہ سوسائٹی میں پھیلتے ہوئے غلط رجحانات پر نظر رکھے اور ان کے سدِ باب کے لیے اقدامات کرے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ حکومت بوجوہ غیر سودی معیشت کی کسی اسکیم پر مطمئن نہیں ہو سکی اور وہ بنک کاری کے موجودہ نظام کو فوری طور پر ختم نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سودی معیشت کو ایک پسندیدہ معیشت کی حیثیت بھی دیے رکھے۔

حکومت کچھ کرتی ہے یا نہیں کرتی، ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان و عمل پر نگران رہیں۔ ہر منکر سے بچیں اور صرف معروف کو اختیار کریں۔ اس لیے کہ آخرت میں فلاح کا انحصار اسی پر ہے اور آخرت ہر انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

—— طالب محسن

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرۃ

(۹)

(گذشتہ سے پیوستہ)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ

اے [97] بنی اسرائیل، [98] میری اُس نعمت [99] کو یاد کرو [100] جو میں نے تم پر کی تھی [101] اور میرے

۹۷۔ سورہ کی تمہید ختم ہوئی۔ اب یہاں سے اصل خطاب شروع ہوتا ہے۔ اس میں پہلے یہود کو اُن کی وہ ذمہ داریاں یاد دلائی گئی ہیں جو تورات کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق اُن پر عائد ہوتی تھیں۔ اس کے بعد اس سلسلۂ بیان کے آخر تک اُن کی وہ فرد قرار دادِ جرم بیان ہوئی ہے جس کی بنا پر انھیں شہادتِ حق کے منصب سے معزول کیا گیا۔

۹۸۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی وہی ہیں جو عربی زبان میں لفظ 'عبد اللّٰہ' کے ہیں۔

۹۹۔ نعمت سے مراد یہاں نبوت، شریعت، خدا کی زمین پر بادشاہی اور منصبِ شہادت کی وہ نعمت ہے جس کا ذکر اسی سورہ کی آیت ۴۷ اور اس کے بعد سورۂ مائدہ (۵) کی آیات ۷ اور ۲۰ میں ہوا ہے۔

۱۰۰۔ یاد کرو، تم نے ان حقائق کو فراموش کر دیا ہے۔

۱۰۱۔ میری نعمت، اور 'جو میں نے تم پر کی تھی' کے الفاظ یہود کو اُن کی اِس حماقت پر متنبہ کرنے کے لیے آئے ہیں کہ وہ اس نعمت کو اپنے پروردگار کی عنایت سمجھنے کے بجائے، اسے اپنے ذاتی اور خاندانی استحقاق کا ثمرہ

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

أُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٤٠﴾ وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ

عہد[102] کو پورا کرو، میں تمھارے عہد کو پورا کروں گا، اور مجھی سے ڈرتے رہو،[103] اور اِس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو میں نے اُس چیز کی تصدیق میں اتارا ہے جو تمھارے پاس ہے،[104] اور سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر نہ بن جاؤ،[105] اور تھوڑی قیمت کے عوض میری آیتیں نہ بیچو،[106]

سمجھتے تھے۔

۱۰۲۔ یعنی میرا وہ عہد جو میں نے تم سے اپنی شریعت کی پابندی اور اپنے آخری پیغمبر پر ایمان کے بارے میں لیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس عہد کا ذکر کتابِ استثنا کے باب ۱۸ میں اس طرح ہوا ہے:

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے، تیرے ہی درمیان سے، یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا ..... میں اِن کے لیے انھی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا، وہی وہ اُن سے کہے گا اور جو کوئی میری اُن باتوں کو، جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا۔'' (۱۵-۱۸)

۱۰۳۔ اصل الفاظ ہیں: 'وایای فارھبون'۔ 'رھبۃ' کا لفظ لرزش اور کپکپی کی اُس حالت کے لیے آتا ہے جو کسی کی عظمت و جلالت کے تصور سے آدمی کے دل پر طاری ہوتی ہے۔ اس جملے میں مفعول مقدم بھی ہے اور فعل کے بعد اسے دہرایا بھی گیا ہے۔ اسی طرح فعل پر حرفِ 'ف' بھی آیا ہے۔ عربیت کی رو سے جملے کی تالیف میں یہ سب چیزیں اہتمام و اختصاص پر دلیل ہیں۔ 'پس صرف مجھی سے ڈرو۔' مطلب یہ ہے کہ تمام مصلحتوں اور اندیشوں سے قطع نظر کر کے تم پر صرف میری ہی عظمت و جلالت کا غلبہ ہونا چاہیے اور تمھیں صرف مجھی سے ڈرنا چاہیے۔

۱۰۴۔ یعنی آخری پیغمبر کے بارے میں تورات کی وہ پیشین گوئی جو یہود کے پاس تھی اور جسے قرآن نے سچی ثابت کر دیا اور اس طرح یہ بات بھی ثابت کر دی کہ تورات فی الواقع اللہ پروردگارِ عالم ہی کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ 'مصدقا لما معکم' کے جو الفاظ اصل میں آئے ہیں، اُن کا صحیح مفہوم یہی ہے۔

۱۰۵۔ اصل میں 'ولا تکونوا اول کافر بہ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں 'افعل' کا

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format, including on any website, please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal, or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, Javedahmadghamidi.com and Ghamidi.net"

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ

اور میرے ہی غضب سے بچو[۱۰۷] اور حق کو باطل میں نہ ملاؤ،[۱۰۸] اور نہ جانتے بوجھتے حق کو چھپانے

مضاف الیہ مفرد ہے، اس لیے یہ تمیز کے مفہوم میں ہے۔ اس کی جگہ اگر 'اول الکافرین' کا اسلوب اختیار کیا جاتا تو اس کے معنی یہ ہو جاتے کہ منکروں میں تم سب سے پہلے لوگ نہ بنو۔ 'اول کافر' کے اسلوب میں یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اُن کے علاوہ کوئی دوسرے منکر بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ آیت کا مدعا یہ ہے کہ یثرب کی اس سرزمین میں تمھیں اس کتاب کے لیے پہلے مومن ہونا چاہیے تھا نہ کہ سب سے پہلے منکر، لیکن افسوس ہے کہ تم نے یہی دوسری صورت اپنے لیے پسند کی ہے۔ اس لیے اب بھی سنبھل جاؤ اور سب سے پہلے اس کتاب کے منکر نہ بنو۔

۱۰۶۔ یعنی اپنے دنیوی مفادات کی خاطر خدا سے باندھے ہوئے سب عہد و پیمان مٹی میں نہ ملاؤ اور تورات کے احکام و ہدایات کو ان مفادات پر قربان نہ کرو۔ آیت میں تھوڑی قیمت کے عوض نہ بیچنے کے جو الفاظ آئے ہیں، ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر زیادہ قیمت مل جائے تو بیچ سکتے ہو۔ اس میں نہی کا تعلق اصل فعل سے ہے اور تھوڑی قیمت کے الفاظ اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ دین فروشی کا یہ کاروبار نہایت ذلیل طریقے سے ہو رہا ہے، اس لیے کہ اللہ کی آیتوں کے مقابلے میں اگر دنیا کے سارے خزانے بھی حاصل ہو جائیں تو وہ ایک متاعِ حقیر ہی ہیں۔ جملے میں اس طرح کی قیود سے کسی چیز کی شناعت کو واضح کرنے کا یہ اسلوب ہماری زبان میں بھی عام ہے۔

۱۰۷۔ 'ایای فارھبون' ہی کے طریقے پر یہاں اصل الفاظ ہیں: 'ایای فاتقون'۔ یعنی اصل ڈرنے کی چیز میرا غضب ہی ہے۔ مجھے ہر حال میں نرم نہ سمجھو۔ میرا غضب جب نازل ہوتا ہے تو اس وقت کوئی نہیں ہوتا جو اس سے چھڑانے کے لیے کھڑا ہو سکے۔ یہاں اور اس سے آگے کی ایک آیت میں 'رھبة' 'تقوٰی' اور 'خشوع' کے جو الفاظ آئے ہیں، استاد امام امین احسن اصلاحی ان کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"(یہ) سب ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں۔ کسی کی عظمت و جلال کے تصور سے دل پر جو لرزش اور کپکپی طاری ہوتی ہے، وہ رہبت ہے۔ اس لرزش اور کپکپی سے صاحبِ عظمت و جلال کے لیے دل میں جو عجز و فروتنی اور پستی و نیاز مندی کی حالت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت میں بے نیازی کی جگہ فقر کا اور گھمنڈ کی جگہ اخبات کا جو احساس ابھرتا ہے، وہ خشوع ہے۔ اسی طرح اس صاحبِ عظمت و جلال کے قہر و غضب سے

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾
اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ اَفَلَا

کی کوشش کرو،[۱۰۹] اور نماز کا اہتمام کرو اور زکوٰۃ ادا کرو،[۱۱۰] اور ان جھکنے والوں کے ساتھ تم بھی (خدا کے حضور میں) جھک جاؤ۔[۱۱۱] کیا تم لوگوں کو نیکی[۱۱۲] کی تلقین کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے

بچنے، اس کے مقرر کردہ حدود کی مخالفت سے احتراز اور اس کے احکام و آیات کی خلاف ورزی سے اجتناب و احتیاط کی جو بے چینی طبیعت میں پیدا ہوتی ہے اور جو خلوت و جلوت ہر جگہ آدمی کو بیدار اور چوکنا رکھتی ہے وہ تقویٰ ہے۔'' (تدبر قرآن، ج ۱، ص ۱۸۲)

۱۰۸۔ یہ اشارہ ہے اُن تصرفات کی طرف جو یہود نے تورات میں کر ڈالے تھے اور جن سے ان حقائق پر پردہ ڈالنا مقصود تھا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی، ان کی قربان گاہ اور ان کے قبلہ کا تعلق سرزمینِ عرب سے ثابت کرتے اور یہود کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے متعلق ایک قطعی حجت کی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۰۹۔ اصل الفاظ ہیں: 'وتکتموا الحق وانتم تعلمون'۔ یہ پچھلے جملے پر عطف ہے، لیکن اس میں حرفِ 'لا' کا اعادہ نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی حقیقت کا بیان ہیں۔ یہود نے حق کو باطل میں ملانے کی جو کوشش کی، اس کا مقصود یہی کتمانِ حق تھا۔ وہ حق کو باطل میں اسی لیے ملاتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات کی پیشین گوئیوں کو خلط ملط کر کے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈال دیں۔

۱۱۰۔ نماز اور زکوٰۃ سے یہود پوری طرح واقف تھے۔ وہ اگرچہ انھیں عملاً ترک کر چکے تھے، لیکن یہ اُن کے لیے کوئی اجنبی چیزیں نہ تھیں۔ خدا کی ہر شریعت میں انھیں بنیادی احکام کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ قرآن کے سب مخاطبین انھیں جانتے تھے۔ چنانچہ ان کی ہیئت اور شرح و نصاب وغیرہ کے بارے میں کسی تفصیل کی ضرورت نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ابتدا نہیں کی۔ یہ پہلے سے جاری سنن تھیں جنھیں آپ نے قرآنِ مجید کی ہدایت کے مطابق تجدید و اصلاح کے بعد اپنی امت میں قائم رکھا ہے۔ یہاں ان کا ذکر اس لیے ہوا ہے کہ ان آیات میں یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن اس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ ان دونوں کے بغیر کسی شخص کا اسلام نہ دنیا میں قبول کیا جاتا ہے اور نہ آخرت میں۔

۱۱۱۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے آج اللہ کی بندگی کی دعوت لے کر اٹھے ہیں اور مسجدوں میں شب و

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى

ہو، دراں حالیکہ تم کتابِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہو؟[۱۱۳] کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ اور (اِس راہ پر چلنے کے لیے) صبر[۱۱۴] اور نماز کے ذریعے سے (اللہ کی) مدد چاہو،[۱۱۵] اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ سب بہت

روز نماز کی صورت میں یہ بندگی کر رہے ہیں، تم بھی اس بندگی میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ 'وارکعوا مع الرٰکعین' کے جو الفاظ اصل میں آئے ہیں، یہ نماز ہی کی تعبیر ہیں۔ نماز کے اجزا مثلاً قیام اور سجدہ وغیرہ کے الفاظ سے نماز کی تعبیر قرآن میں بعض دوسرے مقامات پر بھی کی گئی ہے۔ تمرد اور سرکشی کو چھوڑ کر قبولِ حق کی دعوت کا یہ اسلوب کہ 'اٹھو اور اِن جھکنے والوں کے ساتھ تم بھی خدا کے حضور میں جھک جاؤ'، اگر غور کیجیے تو نہایت بلیغ اسلوب ہے۔

۱۱۲۔ اصل میں لفظ 'البر' استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں یہ وفاداری، ایفاے عہد اور اداے حقوق کے معنی میں آتا ہے۔ نیکی اور احسان کی تمام قسموں کے لیے یہ قرآن کی ایک جامع تعبیر ہے۔

۱۱۳۔ اس سے واضح ہے کہ ان آیات کے مخاطب اصلاً یہود کے عوام نہیں، بلکہ اُن کے علما اور اکابر ہیں۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے بھی اُن کی یہ حالت اسی طرح بیان فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''اے شرع کے عالمو، تم پر بھی افسوس ہے کہ تم ایسے بوجھ جن کا اٹھانا مشکل ہے، آدمیوں پر لادتے ہو اور آپ ایک انگلی بھی ان بوجھوں کو نہیں لگاتے۔'' (لوقا باب ۱۱، آیت ۴۶)

۱۱۴۔ 'صبر' کا لفظ عربی زبان میں اپنے آپ کو گھبراہٹ، پریشانی اور مایوسی سے بچا کر اپنے موقف پر قائم رکھنے کے معنی میں آتا ہے۔ بندہ جب پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ ہر مشکل میں اپنے پروردگار سے وابستہ اور اپنے موقف پر ڈٹا رہے تو قرآن کی اصطلاح میں یہ 'صبر' ہے۔ قرآن نے اسی سورہ کی آیت ۱۷۷ میں اس کے تین مواقع ذکر کیے ہیں: غربت، بیماری اور جنگ۔ غور کیجیے تو تمام مصیبتوں کے سرچشمے یہی تین ہیں۔ آدمی اگر ان میں متزلزل نہ ہو تو بے شک، وہ صابرین میں سے ہے۔

۱۱۵۔ راہِ حق کو اختیار کرنے اور اُس پر قائم رہنے کے لیے یہ قرآن کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ اللہ کی مدد کے بغیر کوئی شخص نہ اس راہ کو اختیار کر سکتا ہے اور نہ اس پر قائم رہ سکتا ہے، اور اللہ کی مدد صرف صبر اور نماز ہی کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ آدمی اگر ثابت قدمی کے ساتھ چلنے کا عزم کر لے اور نماز کا اہتمام رکھے تو اس عزم

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. Anyone wishes to publish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, javedahmadghamidi.com and ghamidi.net."

الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

بھاری ہے،[۱۱۶] مگر اُن کے لیے بھاری نہیں ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں،[۱۱۷] جنھیں خیال[۱۱۸] ہے کہ اُنھیں اپنے پروردگار سے ملنا ہے[۱۱۹] اور (ایک دن) اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔[۱۲۰] ۴۰-۴۶

کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے کسی مشکل سے مشکل صورتِ حال میں بھی اول تو اس کے پاے استقلال میں لغزش پیدا نہیں ہوتی اور اگر حالات کی نزاکت سے کسی وقت پیدا ہو جائے تو اس کا پروردگار خود آگے بڑھ کر اسے سنبھال لیتا ہے۔

۱۱۶۔ اصل الفاظ ہیں: 'وانها لكبيرة'۔ ان میں 'ھا' کا مرجع، ہمارے نزدیک وہ سب باتیں ہیں جو اسی فصل میں بنی اسرائیل سے کہی گئی ہیں۔ عربی زبان میں اس طرح کے مواقع پر بالعموم ضمیر مونث ہی آتی ہے۔

۱۱۷۔ اصل میں 'الا الخٰشعين' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قومی اور نسلی غرور کو چھوڑ کر حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا اگرچہ آسان نہیں ہے، لیکن آدمی میں خدا کی عظمت و جلالت کا احساس ہو، وہ اس کے سامنے عجز و فروتنی اور پستی و نیاز مندی کے جذبات رکھتا ہو، اس کے نفس میں اخبات ہو اور وہ خدا کے مقابلے میں اپنے فقر و احتیاج کو سمجھتا ہو تو یہ چیز بہت سہل ہو جاتی ہے۔

۱۱۸۔ اصل میں لفظ 'يظنون' آیا ہے۔ عربی زبان میں یہ جس طرح یقین کے مقابلے میں گمان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسی طرح کسی چیز کا خیال ہونے اور اس کا اندیشہ رکھنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ اس دوسرے معنی میں اس کے ساتھ شک کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

۱۱۹۔ اللہ سے ڈرنے والوں کی تعریف میں یہ بات اُن کے باطن کو نمایاں کرتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اگر خدا سے ڈرتے ہیں تو اسی وجہ سے ڈرتے ہیں کہ آخرت میں خدا کے سامنے حاضری کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

۱۲۰۔ یعنی وہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انھیں اسی ایک پروردگار کے سامنے پیش ہونا ہے جو روزِ جزا کا تنہا مالک ہے، جس کے فیصلوں پر وہاں کوئی اثر انداز نہ ہو سکے گا، جس کے غضب سے اگر پناہ ملے گی تو اسی کے دامن میں ملے گی۔ انھیں احساس ہے کہ اُن کا ہر قدم درحقیقت اسی کی طرف اٹھتا ہے۔ وہ یہاں بھی اُسی کے ہیں اور وہاں بھی اُسی کے ہوں گے۔ کوئی دوسرا کہیں بھی اُن کے کام نہ آ سکے گا۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

[باقی]

طالب محسن

نجات اور جرائم

(مشکوٰۃ المصابیح، حدیث:۲۶)

وعن ابی ذر قال: اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و علیہ ثوب ابیض وھو نائم. ثم اتیتہ و قد استیقظ. فقال: ما من عبد قال: لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلک، الا دخل الجنۃ. قلت ان زنی و ان سرق؟ قال: ان ذنی و ان سرق. قلت: ان زنی و ان سرق؟ قال: ان زنی و ان سرق. قلت: ان زنی و ان سرق؟ قال: ان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر. و کان ابو ذر اذا حدث بھذا قال: و ان رغم انف ابی ذر.

لغوی بحث

'ان زنی و ان سرق': ''اگر اس نے زنا کیا اور اگر اس نے چوری کی''، شرط ہے اور جواب شرط، سیاق میں واضح ہونے کی وجہ سے حذف ہے۔ شرط پر شرط کا عطف شک کی شدت کو واضح کرتا ہے۔

'علی رغم انف ابی ذر': 'رغم' کا لفظی مطلب خاک آلود ہونا ہے۔ 'رغم انف فلان' ایک محاورہ ہے اور اس سے مراد کسی کی خواہش اور تمنا کے برخلاف کسی کام کا ہونا ہے۔ تہدید کے علاوہ، بول چال کی زبان میں یہ محاورہ اظہار التفات کے موقع پر بھی بولا جاتا ہے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ترجمہ

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا تو آپ پر ایک سفید چادر تھی اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ پھر میں (دوبارہ) آیا تو آپ اٹھ چکے تھے۔ (میں نے آپ سے اخروی فلاح کے بارے میں دریافت کیا) تو آپ نے فرمایا: کوئی بندہ نہیں جو الٰہ الا اللہ کہے پھر اسی اقرار پر مر جائے، مگر یہ کہ جنت میں داخل ہو۔ میں نے پوچھا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ میں نے (پھر) پوچھا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے بھی دہرایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے (ابوذر کی بے یقینی کے پیشِ نظر کمالِ التفات سے) فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، ابوذر کی ناک کے آلودہ ہونے کے باوجود۔ ابوذر جب بھی یہ بات بیان کرتے تو کہتے: اگرچہ ابوذر کی ناک آلودہ ہو!''

متون

اس روایت کے بنیادی مضمون، یعنی نجات کے لیے شرک سے اجتناب اصل شرط ہے، کے سوا دیگر تفصیلات میں دوسرے متن کافی مختلف ہیں۔ زیرِ بحث روایت کے مطابق یہ گفتگو غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوئی ہے۔ جبکہ دوسری روایات کے مطابق یہ گفتگو اس وقت ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت مدینے کے اطراف میں نکلے ہوئے تھے۔ اس روایت میں یہ بات بیان نہیں ہوئی کہ اس سوال و جواب سے پہلے کیا گفتگو ہوئی۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت کے بارے میں اپنا رویہ بیان کر رہے تھے۔ اس روایت میں بات چیت کو واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے متعلق کیا گیا ہے۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً یہ گفتگو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کے مابین ہوئی اور اسی گفتگو کو بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کے سامنے بیان کیا۔ سوال یہ ہے کہ ان روایات میں سے کون سا متن اصل کے قریب ہے۔ زیادہ قرینِ قیاس وہ متن ہے جس میں حضرت جبریل سے مکالمہ ہوا ہے۔ اس دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ربذہ میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت احد کی جانب ویرانے میں چل رہا تھا کہ آپ نے کہا: اے ابوذر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ احد میرے لیے سونا بن جائے اور اس میں سے ایک دینار بھی ایک یا تین راتوں کے لیے بچا رہے۔ الا یہ کہ

"Note from publisher: Al-Mawrid is the exclusive publication of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

میں اسے قرض کی ادائیگی کے لیے بچا رکھوں یا لوگوں میں اس طرح اور اس طرح (ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے) لٹا دوں۔ پھر مجھے مخاطب کیا: ابوذر۔ میں نے کہا: حاضر یا رسول اللہ حاضر، میرے نصیب، میری خوش بختی۔ آپ نے فرمایا: (آج کے) زیادہ (مال) والے (کل کے) کم (اجر) والے ہوں گے۔ پھر مجھے کہا: اپنی جگہ پر ٹھیرو، اور اس وقت تک ٹکے رہنا جب تک میں لوٹ نہ آؤں۔ پھر آپ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے ایک آواز سنی مجھے اندیشہ ہوا کہ حضور کا کسی سے سامنا نہ ہو گیا ہو۔ میں نے آپ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ مجھے آپ کا حکم یاد آ گیا۔ چنانچہ میں رکا رہا۔ جب حضور لوٹے تو میں نے آواز کے سننے، اپنے ارادے اور پھر رکے رہنے کا ذکر کیا۔ اس پر آپ نے بتایا کہ یہ جبریل تھے اور انھوں نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ جو میری امت میں سے شرک کیے بغیر مر گیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے حضور سے پوچھا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ آپ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔'' (بخاری، کتاب الاستئذان، باب ۳۰)

اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں زنا اور چوری والا سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے کیا ہے اور حضرت جبریل ہی نے اس کی تائید کرتے ہوئے حضور کے جملے کو دہرایا ہے۔ دلچسپ بات یہ کہ یہ باہم دگر متضاد متون بخاری ہی نے مختلف ابواب میں درج کیے ہیں۔ مزید یہ کہ مال و دولت سے متعلق حضور کی گفتگو انھی الفاظ میں حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔ یہ بات بالبداہت واضح ہے کہ حضرت ابوذر سے مروی دونوں متون کے ابتدائی حصے بیک وقت درست نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے صاحبِ مشکوٰۃ کی منتخب کردہ روایت کا ابتدائی حصہ حضرت ابوہریرہ کی رویت سے متعلق ہو لیکن اشتراکِ مضمون کے باعث کسی راوی کو غلطی لگی اور اس نے اسے حضرت ابوذر والی روایت سے خلط ملط کر دیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ابوذر سے بھی دو موقعوں پر بات ہوئی ہو۔ موضوع بھی ایک ہی رہا ہو۔ لیکن اس صورت میں ضروری ہے کہ الفاظ ایک دوسرے سے کافی مختلف رہے ہوں۔ لیکن راویوں نے روایت کرتے ہوئے اس روایت کو دوسری روایت سے ملا دیا ہو۔ بہر حال بظاہر یہی لگتا ہے کہ حضرت ابوذر کی اصل روایت ایک فرق کے ساتھ یہی ہے جس کا ترجمہ اس بحث میں درج کیا گیا ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ 'ان زنی و ان سرق' والا سوال بھی حضور ہی نے جبریل سے کیا تھا۔

معنی

بنیادی طور پر اس روایت میں یہ اصول بیان ہوا ہے کہ نجات کے لیے شرک سے اجتناب لازمی ہے۔ یہ

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format including on any website, please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

روایت اگر اسی بات کو بیان کرتی تو کوئی اشکال نہیں تھا۔ لیکن 'ان زنی و ان سرق' والی توضیح سے بظاہر اس روایت کا مطلب یہ بن جاتا ہے کہ گناہ جتنے بھی ہوں اس سے فرق نہیں پڑتا صرف شرک سے نامۂ اعمال کو پاک ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے یہ معنی درست نہیں ہیں۔ ایمان اور عملِ صالح لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کوئی بندۂ مومن ایسا نہیں ہو سکتا جو ایمان میں تو زلات و عیوب سے پاک ہو لیکن عمل کے معاملے میں سرکش یا بے پروا ہو۔ جہنم اصل میں تمرد اور خدا کے معاملے میں جری ہونے کی سزا ہے۔ ظاہر ہے کوئی بندۂ مومن گناہ کرنے کے بعد نہ سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور نہ خدا کے غضب کے بالمقابل جری ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو بندۂ مومن کو تلافی پر آمادہ کرتی اور اس طرح وہ اپنے لیے بخشش کا سامان کر لیتا ہے۔ گویا روایت کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ ایمان اگر شرک سے محفوظ رہا ہے اور اس سے زنا اور چوری جیسے جرم بھی ہو جائیں تو وہ بخشش کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا بے عیب ایمان اسے اصلاً نیکی کے راستے پر رکھتا ہے۔ اس طرح کسر کا جبر ہوتا رہتا ہے۔

سیرت کے حوالے سے بھی اس روایت کے متون ایک اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور مال و دولت کے معاملے میں کیا اسوۂ حسنہ قائم کر گئے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اجر کے متمنی کے لیے حضور دولت مندی کے رویے کو کس قدر ضرر رساں سمجھتے تھے۔ ان روایات میں حضرت ابوذر اور حضور کے باہمی روابط کی نوعیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ خاص طور پر یہ نکتہ محلِ غور ہے کہ حضرت ابوذر فقر پسند تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اسی طرح کے موضوعات پر بات چیت کرتے تھے۔ ان روایات میں یہ بات بھی بیان ہو گئی ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اعمالِ صالحہ کے لازمی ہونے کے معاملے میں ایک واضح نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ اور سوچ کا یہی انداز آپ نے اپنے صحابہ میں بھی پیدا کیا تھا۔

قرآن سے تعلق

یہ اصول کہ نجات کے لیے شرک سے اجتناب ضروری ہے قرآنِ مجید میں بھی بڑی صراحت سے بیان ہوا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ.(۴:۴۸)	"لاریب اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کریں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو ساجھی قرار دیا جائے۔ اس گناہ کے سوا وہ باقی گناہ جسے چاہیں گے

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

معاف کر دیں گے۔''

''باقی گناہوں'' کی معافی بھی توبہ کے ضابطے کے تحت ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ گناہ کے ہوتے ہی توبہ کر لی جائے اور اس کی جس حد تک ممکن ہے تلافی کی جائے۔ یہ قرآنِ مجید نے واضح کر دیا ہے کہ موت کو سامنے پا کر کی گئی توبہ کبھی قبول نہیں کی جائے گی[1] اوپر درج آیت میں 'لمن یشاء' کے الفاظ توبہ کے اسی قانون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کتابیات

بخاری، کتاب الجنائز، باب ۱، کتاب الاستقراض واداء الدیون، باب ۳، کتاب بدء الخلق، باب ۶، کتاب اللباس، باب ۲۴، کتاب الاستئذان، باب ۳۰، کتاب الرقاق، باب ۱۳، ۱۴۔ کتاب التوحید، باب ۳۳۔ مسلم، کتاب الایمان، باب ۴۰، کتاب الزکوٰۃ باب ۱۰۔ ترمذی، کتاب الایمان، باب ۱۷۔ مسند احمد عن ابی ذر غفاری۔

حضرت مسیح کی حیثیت

وعن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من شهد ان لا اله الا الله و حده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله، و ان عيسى عبد الله ورسوله و ابن امته وكلمته القاها الى مريم و روح منه و الجنة والنار حق، ادخله الله الجنة على ما كان من العمل.

لغوی بحث

'القاھا': 'القی' کا لفظی مطلب ڈال دینا ہے۔ یہاں اس سے مراد حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجنا ہے۔

'حق': یہ لفظ حقوق، حقیقت اور لازم کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں یہ تیسرے معنی میں آیا ہے۔

---

[1] دیکھیے، النساء ۴: ۱۶۔ الانعام ۶: ۵۴۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ترجمہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے برملا اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، وہ اس کی لونڈی کے بیٹے ہیں، وہ اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا، وہ اس کی طرف سے روح ہیں۔ اور یہ کہ جنت اور جہنم حق ہیں، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کا عمل کچھ بھی ہو۔''

متون

یہ روایت بنیادی طور پر ایک ہی سند سے مروی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے متون میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ مثلاً ایک متن میں 'ابن امته' کے الفاظ نہیں ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے متن کے آخر میں 'من ابواب الجنة الثمانية ايها شاء' کا اضافہ روایت ہوا ہے۔ بظاہر یہی لگتا ہے کہ جس روایت میں 'ابن امته' کے الفاظ روایت نہیں ہوئے اس میں راوی سے سہو ہوا ہے۔ لیکن ابوابِ جنت والا اضافہ محلِ نظر ہے۔ جنت کے ابواب اہلِ ایمان کے کردار کی نمایاں خصوصیات کے لحاظ سے جنت کے طبقات کو تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً بابِ ریان زیادہ روزہ رکھنے والے اہلِ ایمان کے لیے خاص ہے۔ اس پہلو سے دیکھیں تو اس اضافے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

معنی

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے مخاطب حضرت مسیح کے ماننے والے اہلِ کتاب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کارِ دعوت میں مختلف مواقع پر آپ کی اہلِ کتاب سے گفتگوئیں ہوئی ہیں۔ انھی میں سے کسی گفتگو کا ایک جز اس روایت کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

معنی کے اعتبار سے اس روایت کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ حضرت مسیح سے متعلق عقائد کی تصحیح سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس میں بیان کر دیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کی الوہیت کے متعلق تصورات غلط ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ دونوں خدا کے بندے تھے۔ 'جنت اور جہنم حق ہیں' کے جملے سے اس غلط فہمی کی تردید پیشِ نظر ہے جو انبیا کے ماننے والوں کو اپنی اپنے نبی کے ساتھ نسبت کے باعث اپنی نجات کے بارے میں

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to publish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@almawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ہو جاتی ہے۔ یہود میں زیادہ سے زیادہ چند روزہ سزا کا تصور، نصاریٰ میں کفارے کا عقیدہ اور مسلمانوں میں شفاعت کے باب میں غلو اسی غلط فہمی کی مثالیں ہیں۔

دوسرا حصہ نجات کے تصور سے متعلق ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس معاملے میں توحید کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن نجات کے لیے ایمان کے ساتھ اعمالِ صالح کو بھی لازم کی حیثیت حاصل ہے۔ روایات میں شرائط سے مجرد اس طرح کے جملوں کو قرآنِ مجید کی روشنی میں سمجھیں تو کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوتی۔ غرض یہ کہ 'علی ما کان من العمل' کا ٹکڑا اسی مفہوم میں ہے جس مفہوم میں پچھلی روایت میں 'ان زنی و ان سرق' کا ٹکڑا ہے۔ اور وہاں ہم نے اس کا صحیح مفہوم واضح کر دیا ہے۔

قرآن سے تعلق

حضرت مسیح علیہ السلام کے مقام و مرتبے کو قرآنِ مجید میں پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ نساء میں ہے:

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡـنِكُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ‌ ؕ اِنَّمَا الۡمَسِيۡحُ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ‌ ۚ اَلۡقٰٮهَاۤ اِلٰى مَرۡيَمَ وَرُوۡحٌ مِّنۡهُ‌ ۖ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ‌ ۚ وَلَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَةٌ‌ ؕ اِنْتَهُوۡا خَيۡرًا لَّـكُمۡ‌ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ‌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا. (۴:۱۷۱)

"اے اہل کتاب، اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ پر حق کے سوا کوئی بات نہ ڈالو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو بس اللہ کے ایک رسول اور اس کا کلمہ جس کو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی جانب سے ایک روح ہیں چنانچہ اللہ اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔"

اس روایت میں معمولی تبدیلی کے ساتھ یہی بات بیان ہوئی ہے۔ معنی کی بحث میں ہم نے یہ بات بیان نہیں کی کہ 'کلمۃ' اور 'روح' سے کیا مراد ہے۔ عام شارحینِ حدیث نے 'کلمۃ' کو کلمۂ کن سے مستعار قرار دیا ہے اور اسی طرح ان کے نزدیک روح سے حضرت مسیح کی روح پھونکنے کی اہلیت کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس باب میں ایک مختلف بات کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

''(حضرت مسیح) کی ولادت اللہ کے کلمہ 'کن' سے ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف القا کیا اور ان کو روح بھی خدا ہی کی طرف سے عطا ہوئی۔ مطلب یہ کہ ان کی خارقِ عادت ولادت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بنا پر انھیں خدائی کا درجہ دے دیا جائے۔ ان کی ولادت اسی طرح خدا کے کلمۂ کن سے ہوئی جس طرح حضرت آدم کی ولادت کلمۂ کن سے ہوئی ہے اور ان کے اندر بھی خدا نے اسی طرح روح پھونکی ہے، جس طرح آدم کے اندر پھونکی۔ اسباب تو ظاہر کا پردہ ہیں، وجود اور زندگی تو جس کو بھی ملتی ہے خدا ہی کے حکم اور اسی کی عطا کردہ روح سے ملتی ہے۔'' (تدبرِ قرآن ج ۲ ص ۴۳۶)

گویا مولانا کے نزدیک کلمہ اور روح حضرت مسیح کے اختصاص کو بیان نہیں کرتے بلکہ ان کے خدا کی مخلوق ہونے کے پہلو کو واضح کرتے ہیں۔

کتابیات

بخاری، کتاب احادیث الانبیا، باب ۴۵۔ مسلم کتاب الایمان، باب ۴۱۔ مسندِ احمد عن عبادہ بن صامت۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

جاوید احمد غامدی

اصول و مبادی

(۱۳)

مبادیِ تدبرِ قرآن

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

پیغمبر کی سرگزشت انذار

ساتویں چیز یہ ہے کہ اپنے مضمون کے لحاظ سے قرآن ایک رسول کی سرگزشتِ انذار ہے۔ اسے شروع سے آخر تک پڑھیے۔ یہ حقیقت اس کے ہر صفحے پر ثبت نظر آئے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے محض ایک مجموعۂ قانون و حکمت ہی نہیں، بلکہ پیغمبر کے لیے اپنی قوم کو انذار کا ذریعہ بنا کر نازل کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۣ بَلَغَ. (الانعام ۶: ۱۹)

”اور میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے میں تمھیں انذار کروں اور اُن کو بھی جنھیں یہ پہنچے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق معلوم ہے کہ آپ نبوت کے ساتھ رسالت کے منصب پر بھی فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو خلق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرماتے اور اپنی طرف سے وحی والہام کے ذریعے سے ان کی رہنمائی کرتے ہیں، انھیں نبی کہا جاتا ہے، لیکن ہر نبی کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ رسول بھی ہو۔ رسالت ایک خاص منصب ہے جو نبیوں میں سے چند ہی کو حاصل ہوا ہے۔ قرآن میں اس کی تفصیلات کے مطابق رسول اپنے مخاطبین کے لیے خدا کی عدالت بن کر آتا ہے اور اُن کا فیصلہ کر کے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ قرآن بتاتا

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ہے کہ رسولوں کی دعوت میں یہ فیصلہ انذار، انذارِ عام، اتمامِ حجت اور ہجرت و براءت کے مراحل سے گزر کر صادر ہوتا اور اس طرح صادر ہوتا ہے کہ آسمان کی عدالت زمین پر قائم ہوتی، خدا کی دینونت کا ظہور ہوتا اور رسول کے مخاطبین کے لیے ایک قیامتِ صغریٰ برپا ہو جاتی ہے۔ اس دعوت کی جو تاریخ قرآن میں بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر بالعموم دو ہی صورتیں پیش آتی ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبر کے ساتھی بھی تعداد میں کم ہوتے ہیں اور اسے کوئی دارالہجرت بھی میسر نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ وہ معتدبہ تعداد میں اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلتا ہے اور اس کے نکلنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کسی سرزمین میں اس کے لیے آزادی اور تمکن کے ساتھ رہنے بسنے کا سامان کر دیتے ہیں۔ ان دونوں ہی صورتوں میں رسولوں سے متعلق خدا کی وہ سنت لازماً روبہ عمل ہو جاتی ہے جو قرآن میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ. کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ط اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ. (المجادلہ ۵۸: ۲۰-۲۱)

”بے شک، وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں، وہی ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں غالب رہوں گا اور میرے رسول بھی۔ بے شک اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ہے۔“

پہلی صورت میں رسول کے قوم کو چھوڑ دینے کے بعد یہ ذلت اس طرح مسلط کی جاتی ہے کہ آسمان کی فوجیں نازل ہوتیں، ساف و حاصب کا طوفان اٹھتا اور ابر و باد کے لشکر قوم پر اس طرح حملہ آور ہو جاتے ہیں کہ رسول کے مخالفین میں سے کوئی بھی زمین پر باقی نہیں رہتا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ قومِ نوح، قومِ لوط، قومِ صالح، قومِ شعیب اور اس طرح کی بعض دوسری اقوام کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا۔ اس سے مستثنیٰ صرف بنی اسرائیل رہے جن کے اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے سیدنا مسیح علیہ السلام کے ان کو چھوڑنے کے بعد ان کی ہلاکت کے بجائے ہمیشہ کے لیے مغلوبیت کا عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔

دوسری صورت میں عذاب کا یہ فیصلہ رسول اور اس کے ساتھیوں کی تلواروں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں قوم کو مزید کچھ مہلت مل جاتی ہے۔ رسول اس عرصے میں دارالہجرت کے مخاطبین پر اتمامِ حجت بھی کرتا ہے، اپنے اوپر ایمان لانے والوں کی تربیت اور تطہیر و تزکیہ کے بعد انھیں اس معرکۂ حق و باطل کے لیے منظم بھی کرتا ہے اور دارالہجرت میں اپنا اقتدار بھی اس قدر مستحکم کر لیتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ منکرین کے استیصال اور اہلِ حق کی سرفرازی کا یہ معرکہ سر کر سکے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں یہی دوسری صورت پیدا ہوئی۔ چنانچہ آپ کی طرف سے انذار، انذارِ عام، اتمام حجت، ہجرت و براءت اور اپنے مخاطبین و موافقین کے لیے جزا و سزا کی یہ سرگزشت ہی قرآن کا موضوع ہے۔ اس کی ہر سورہ اسی پس منظر میں نازل ہوئی ہے اور اس کے تمام ابواب اسی لحاظ سے مرتب کیے گئے ہیں۔ قرآن کی شرح و تفسیر میں جو چیزیں اس رعایت سے اس کے ہر طالب علم کے پیشِ نظر رہنی چاہییں، وہ یہ ہیں:

اولاً، اس کی ہر سورہ میں تدبر کر کے اس کا زمانۂ نزول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت کے انھی مراحل کے لحاظ سے اس طرح متعین کرنا چاہیے کہ اس کے بارے میں یہ بات پورے اطمینان کے ساتھ کہی جا سکے کہ مثال کے طور پر، یہ زمانۂ انذار میں نازل ہوئی ہے یا زمانۂ ہجرت و براءت اور جزا و سزا میں، اور اس کی ہر آیت کا مدعا اسی پس منظر میں سمجھنا چاہیے۔

ثانیاً، اس کی ہر سورہ کے بارے میں یہ طے کرنا چاہیے کہ اس کے مخاطب اصلاً زمانۂ رسالت کے مشرکین ہیں، اہلِ کتاب ہیں، منافقین ہیں یا پیغمبر اور اس کے ساتھی اہلِ ایمان یا ان مخاطبین کی کوئی خاص جماعت، اور تبعاً ان میں سے کس کی طرف اور کہاں کوئی التفات ہوا ہے۔ چنانچہ اس کی ہر ضمیر کا مرجع، ہر لامِ تعریف کا معہود اور ہر تعبیر کا مصداق پھر اسی روشنی میں واضح کرنا چاہیے۔

ثالثاً، اس میں غلبۂ حق، استخلاف فی الارض اور جہاد و قتال کی آیات سے متعلق یہ بات بالخصوص پوری تحقیق کے ساتھ متعین کرنی چاہیے کہ ان میں کیا چیز شریعت کا حکم اور خدا کا ابدی فیصلہ ہے اور کیا پیغمبر کے مخاطبین کے ساتھ خاص کوئی قانون جو اب لوگوں کے لیے باقی نہیں رہا۔

[باقی]

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

میزان

جاوید احمد غامدی

قانونِ دعوت

(نئی اشاعت کے لیے مصنف کی طرف
سے نظر ثانی اور ترمیم و اضافہ کے بعد)

(۴)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۴۔ صحابہ کی شہادت

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (البقرہ ۲: ۱۴۳)

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک درمیان کی جماعت بنایا تاکہ تم لوگوں پر (اس دین کی) شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر یہ شہادت دے۔''

یہ دعوت ''شہادت علی الناس'' ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں یہ وہی دعوت ہے جس سے دین کی حجت پوری دنیا پر قائم ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس منصب کو اس آیت میں 'ویکون الرسول علیکم شھیداً' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کے تحت جب آپ نے اپنی قوم پر اتمامِ حجت کر دیا تو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے آپ کی صحبت اٹھائی وہ خدا کی زمین پر حق کا ایسا نمونہ بنے کہ انسان کے سارے اخلاقی تصورات ان کے وجود میں بالکل مجسم ہو گئے، یہاں تک کہ خود پروردگارِ عالم نے انھیں ''خیرِ امت'' قرار دیا اور فرمایا:

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آلِ عمران ۳: ۱۱۰)

''تم وہ بہترین جماعت ہو جو لوگوں (پر دین کی شہادت) کے لیے برپا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہو۔''

اس جماعت کی یہی حیثیت تھی جس کی بنا پر قرآن نے سورۂ بقرہ کی اس آیت میں انھیں مخاطب کر کے اعلان کیا ہے کہ تم ایک ''امتِ وسط''، یعنی درمیان کی جماعت ہو جس کے ایک طرف اللہ کا رسول اور دوسری طرف 'الناس'، یعنی دنیا کی سب اقوام ہیں۔ لہٰذا جو شہادت رسول نے تم پر دی ہے، اب وہی شہادت باقی دنیا پر تم دو گے اور اس کے نتیجے میں روزِ محشر اُس شہادت کے لیے اٹھائے جاؤ گے جو لوگوں کا فیصلہ کر دے گی:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ. وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (الزمر ۳۹: ۶۸-۶۹)

''اور اُس دن صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان میں جو بھی ہیں، سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، سوائے اُن کے جنھیں اللہ چاہے گا، پھر دوسری مرتبہ وہی صور پھونکا جائے گا تو یکایک وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے، اور زمین اس دن اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور عمل کا دفتر رکھ دیا جائے گا، اور سب پیغمبر بلائے جائیں گے اور وہ بھی جو (پیغمبر نہ تھے، مگر) شہادت کے منصب پر فائز کیے گئے، اور لوگوں کے درمیان بالکل حق کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا، اس طرح کہ اُن پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔''

صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس شہادت کے لیے اسی طرح منتخب کیا، جس طرح وہ بنی آدم میں سے بعض جلیل القدر ہستیوں کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ

''اسی نے تم کو منتخب کیا اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، تمھارے باپ[۱] ابراہیم کی

[۱] یہ تعبیر اس لیے موزوں ہوئی کہ صحابہ زیادہ تر سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد تھے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net

اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ.(الحج۲۲:۷۸)

ملت تمھارے لیے پسند فرمائی۔ اُس نے تمھارا نام مسلم رکھا، اِس سے پہلے اور اِس (قرآن) میں بھی تمھارا نام مسلم ہے: (اِس لیے منتخب کیا) کہ رسول تم پر دینِ حق کی گواہی دے اور دنیا کے باقی انسانوں پر تم اِس دین کی گواہی دینے والے بنو۔‘‘

چنانچہ جس طرح رسولوں کو اپنی قوم پر اتمامِ حجت کے بعد یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسے عذاب کے حوالے کر دیں، اسی طرح صحابہ کو بھی جب وہ رسول کی شہادت کے پس منظر میں اور ’خیرِ امت‘ بن کر اٹھے تو بحیثیتِ جماعت یہ حق حاصل ہوا کہ وہ روم و ایران کی سرحدوں پر کھڑے ہو کر انھیں اسلام کی دعوت دیں اور اسے قبول نہ کرنے کی صورت میں زیر دست بنا کر ان پر جزیہ عائد کر دیں۔

یہ صحابہ کا منصب تھا۔ نبوت جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی، اسی طرح شہادت کا یہ منصب اور اس کے ساتھ منکرینِ حق سے قتال اور ان پر جزیہ عائد کرنے کا یہ حق بھی ان نفوسِ قدسیہ پر ختم ہوا۔ ہم مسلمانوں کو یہ دعوت پیغمبر کے ان صحابہ ہی سے ملی ہے اور ان کی اس شہادت ہی کے حوالے سے ہم اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ ہماری حیثیت ان کے تابعین اور تبع تابعین کی ہے، لہٰذا ان کے اس منصب میں اب قیامت تک ہم میں سے کوئی فرد یا جماعت ان کی شریک و سہیم نہ ہو سکے گی۔ وہ بے شک، انسانوں کی ایک بے مثل جماعت تھے جو اٹھی، بڑھی اور اپنے اوجِ کمال پر پہنچ کر اللہ، پروردگارِ عالم کی طرف سے اس بشارت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئی کہ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ

’’محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی، ان منکروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں، تم اُنھیں اللہ کی عنایت اور اُس کی خوشنودی کی طلب میں رکوع و سجود کرتے دیکھو گے، اُن کی پہچان اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ یہ تورات میں اُن کی تمثیل ہے اور انجیل میں اُن کی تمثیل اِس طرح بیان ہوئی ہے کہ جیسے کھیتی ہو جس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو سہارا دیا، پھر

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"
www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا.
(الفتح ۴۸: ۲۹)

گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی، بونے والوں کے دلوں کو موہتی ہوئی، اس لیے کہ اِن منکروں کے دل اِس سے جلیں۔ اِن میں سے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان میں پختہ رہے، اور انھوں نے نیک عمل کیے، اللہ نے مغفرت اور ایک بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔''

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

معز امجد

خدا کے دنوں کی طوالت

(قرآن میں عددی تضادات کا جواب)

انٹرنیٹ (Internet) کی دنیا کے ایک مستشرق مسٹر جوکن کاٹز (Jochen Katz) نے حسبِ روایت قرآنِ مجید پر تنقید کرتے ہوئے اس کی چند آیات کو اپنی ایک تحریر بعنوان "Numerical Discrepancies in the Qur'an" میں باہم متضاد قرار دیا ہے۔ میں نے انٹرنیٹ پر "The Length of God's Days" (خدا کے دنوں کی طوالت) کے زیرِ عنوان اس تنقید کا جواب دیا تھا۔ اب محمد بلال صاحب نے قارئینِ "اشراق" کے استفادے کے لیے میری انگریزی تحریر کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

انٹرنیٹ پر مسٹر جوکن کاٹز کی اصل تحریر:

http ://www. answeringislam. org/Quran/Contra/ i020.html

پر اور میری اصل تحریر:

http:// www.understanding_islam.com/articles /quran/tlgd.htm

پر دیکھی جا سکتی ہے۔ (مدیر)

مسٹر جوکن کاٹز کا اعتراض

مسٹر جوکن کاٹز (Jocken Katzs) قرآنِ مجید پر اپنے مختلف اعتراضات میں سے ایک اعتراض اللہ کے دنوں کے حوالے سے بھی کرتے ہیں۔ اس کے لیے وہ قرآنِ مجید کے حسبِ ذیل مقامات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

...وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ.(الحج ۲۲:۴۷)

"...اور تمھارے رب کے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی طرح کا ہوتا ہے۔"

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ.(السجدہ ۳۲:۵)

"وہی آسمان سے زمین تک سارے امور کا انتظام فرماتا ہے۔ پھر یہ تمام امور اسی کی طرف لوٹتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار سے ہزار سال کے برابر ہے۔"

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ.(المعارج ۷۰:۴)

"اس کی طرف فرشتے اور جبریل صعود کرتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔"

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اور سوال اٹھاتے ہیں:

"کیا اللہ کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہے یا پچاس ہزار سال کے برابر؟"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"غور کیجیے انگریزی میں (میں عربی نہیں جانتا) سورۂ سجدہ کی آیت ۵ اور سورۂ معارج کی آیت ۴ کے یہ الفاظ آپس میں کس قدر مشابہ ہیں:

Ascend unto him in a day the measure where of is (fifty) thousand years [of your reckoning]."

مسٹر کاٹڑا اپنے اعتراض کا خود ہی جواب دیتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

"ہو سکتا ہے ابتدائی طور پر (قرآن کے ان) دونوں (مقامات) پر "پچاس ہزار" ہی (لکھا ہوا) ہو اور ایک (مقام) سے "پچاس" (وقت کے ساتھ ساتھ) ختم ہو گیا ہو؟ ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک ناقص کتاب (میں یہ ہو جاتا ہے)؟ یا کیا خدا بالکل نہیں جانتا کہ اپنے دنوں کی طوالت کو انسان کے برسوں کے ساتھ کس طرح متعلق کرے؟"

اعتراض کا جواب

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to publish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص عربی زبان سے واقف نہ بھی ہو اور قرآنِ مجید کے صرف انگریزی تراجم ہی

پر انحصار کرتا ہو تب بھی وہ اوپر درج آیات کو کسی بھی طرح باہم متضاد قرار نہیں دے سکتا۔

اس ضمن میں اپنے جواب کو میں دو حصوں میں تقسیم کروں گا۔ پہلے حصے میں، میں انگریزی زبان کے پہلو سے یہ واضح کروں گا کہ ان آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے اور دوسرے حصے میں خالصۃً عربی زبان کے پہلو سے ثابت کروں گا کہ انگریزی کی طرح عربی میں بھی یہ آیات باہم متضاد نہیں ہیں۔

الیہ توکلت والیہ أنیب۔

انگریزی زبان کے پہلو سے

انگریزی زبان میں بھی لفظ 'Day' (دن) صرف ۲۴ گھنٹے کے دورانیے یعنی ایک طلوعِ آفتاب سے دوسرے طلوعِ آفتاب تک ہی کے لیے استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ لفظ کئی ایک مفاہیم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

"One day I ll get my revenge."

"ایک دن میں اپنا انتقام لے لوں گا۔"

اس جملے میں 'One day' (ایک دن) ۲۴ گھنٹے کے وقت کے دورانیے کے لیے نہیں بلکہ مستقبل کے کسی وقت کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اب اس جملے پر غور کریں:

"This day and age."

اس جملے کا مطلب ہے "آج کل"۔

جب کوئی شخص یہ کہتا ہے:

"Would there ever be a day when the weak and the oppressed are heard?"

"کیا کبھی ایسا دن بھی آئے گا جب کمزور اور پسے ہوئے لوگوں کی دادرسی ہو گی؟"

اس جملے میں: 'a day' سے مراد ہے "ایسا وقت"۔

جب ایڈمنڈ سپنسر (Edmund Spencer) نے کہا کہ:

"Ah! When will this long weary day have end,
And lend me leave to come unto my love? (Epithalamion)."

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

”آہ یہ طویل تھکا دینے والا وقت کب ختم ہوگا اور مجھے اپنے محبوب تک پہنچنے کا موقع ملے گا؟“

یہاں لفظ 'Day' ۲۴ گھنٹوں کے وقت کے دورانیے کی طرف اشارہ نہیں کر رہا بلکہ غم والم کے اُس وقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں سے کہنے والا اُس وقت گزر رہا تھا۔

مزید دیکھیے۔ جب مارٹن لوتھر کنگ (Martin Luther King) نے یہ کہا کہ:

“I have a dream that one day on the red hills of Georgia., the sons of former slaves and sons of former slave_ owners will be able to sit together at the table of brotherhood . . . that one day even the state of Mississippi, a state sweltering with the heat of injustice, sweltering with the heat of oppression, will be transformed into an oasis of freedom and justice . . . that my four little children will one day live in a nation where they will not be judged by the color of their skin but by the content of their character.”

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

”میرا خواب ہے کہ ایک روز جارجیا (Georgia) کے سرخ پہاڑوں (کی چوٹیوں) پر یہ سابق غلاموں کے بیٹے اور ان کے مالکوں کے بیٹے بھائی چارے کے میز پر اکٹھے بیٹھیں گے۔۔۔ میرا خواب ہے کہ ایک دن می سسی پی (Mississippi) کی ریاست بھی جو آج، بے انصافی اور ظلم و ستم کی آگ میں جل رہی ہے، آزادی اور انصاف کے نخلستان میں تبدیل ہو جائے گی۔۔۔ (میرا خواب ہے) کہ ایک دن میرے چار بچے ایک ایسی قوم میں زندگی گزاریں گے جہاں جلد کے رنگ کی بنیاد پر نہیں بلکہ کردار کی خوبیوں کی بنیاد پر انھیں پرکھا جائے گا۔“

اس اقتباس میں بھی 'One day' کے الفاظ ۲۴ گھنٹے کے وقت کے دورانیے کے لیے نہیں بلکہ مستقبل کے ایک خاص وقت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔

ان مثالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ روز مرہ کی انگریزی زبان میں لفظ 'Day' (دن) کئی مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے۔ ان مفاہیم میں سے اس کا ایک مفہوم ”مستقبل کے ایک خاص وقت کا دورانیہ“ ہے۔

لفظ 'Day' (دن) کے اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر زیرِ بحث آیاتِ قرآنی کے انگریزی ترجمے پر ایک مرتبہ پھر غور کریں۔ اس ضمن میں پہلی آیت سورۂ حج کی آیت ۴۷ ہے:

“and surely a day near your Lord is like a thousand years of

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

your reckoning.”

اس آیت کا مفہوم بہت سادہ ہے۔ آیت یہ کہتی ہے کہ اللہ کے لیے ہمارے ایک ہزار سال کا شمار، ہمارے ۲۴ گھنٹے کے دن سے زیادہ نہیں ہے۔

دوسری آیت سورۂ سجدہ کی آیت ۵ ہے:

“He decides all affairs from the heavens to the earth; then these [affairs] go [back] up to Him in a day, the length of which is a thousand years of your reckoning.”

یہ آیت ہمیں اس بات سے آگاہ کرتی ہے کہ زمین و آسمان کے لیے اللہ کے امور اللہ کی طرف ایک ایسے ''دن'' (وقت کے ایک خاص دورانیے میں) لوٹائے جاتے ہیں، جو ہمارے پیمانوں کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

تیسری آیت سورۂ معارج کی آیت ۴ ہے:

“The angels and the ruh ascend upto Him in a day the length of which is fifty thousand years”

یہ آیت ہمیں اس بات سے مطلع کرتی ہے کہ فرشتے اور روح (جبریل علیہ السلام) کو اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ایک ایسا دن (وقت کا ایک خاص دورانیہ) لگتا ہے، جو ہم انسانوں کے پچاس ہزار سال جتنا طویل ہوتا ہے۔

ان آیات کا دقتِ نظر سے مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ یہ تین آیتیں، تین مختلف حقائق سے آگاہ کر رہی ہیں۔

پہلی آیت یہ بیان کر رہی ہے کہ ہمارے ایک ہزار سال کا شمار اللہ کے ایک دن کے برابر ہے۔ دوسری آیت یہ حقیقت واضح کر رہی ہے کہ اللہ کے امور کی تکمیل اور ان کی اللہ کی طرف واپسی ہمارے ایک ہزار سال کے وقت کے دورانیے میں ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ آیت کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منصوبے ہمارے پیمانوں کے لحاظ سے ہزار سالہ ہوتے ہیں۔ تیسری آیت یہ بات واضح کر رہی ہے کہ فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کو اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے جتنا وقت درکار ہوتا ہے وہ ہمارے پیمانوں کے لحاظ سے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

ظاہر ہے اگر قرآن ایک مقام پر یہ کہتا کہ ہمارے ایک ہزار سال کا شمار اللہ کے ایک دن کی طرح ہے اور

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@almawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

دوسرے مقام پر یہ کہتا کہ اللہ کی نظر میں ایک دن ہمارے شمار کے پچاس ہزار سال کی طرح ہے یا اگر قرآن ایک جگہ یہ کہتا کہ فرشتوں کو خدا تک رسائی پانے کے لیے پچاس ہزار سال کا وقت صرف کرنا پڑتا ہے اور دوسری جگہ یہ بیان کرتا کہ فرشتے ہمارے شمار کے پچاس ہزار سال کا وقت صرف کر کے اللہ تک رسائی پاتے ہیں یا اگر ایک موقع پر قرآن کہتا کہ اللہ کے منصوبوں کی تکمیل اور ان کی خدا تک واپسی میں ایک ہزار سال لگتے ہیں اور دوسری جگہ یہ کہتا کہ خدا کے منصوبوں کی تکمیل اور خدا کی طرف ان کی واپسی میں پچاس ہزار سال کا دورانیہ صرف ہوتا ہے تو یقینی طور پر ان بیانات کو باہم متضاد قرار دیا جا سکتا تھا۔ لیکن ہر شخص دیکھ سکتا ہے صورتِ معاملہ یہ نہیں ہے۔ قرآن نے مختلف امور کے لیے وقت کے مختلف دورانیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس صورتِ حال میں کوئی شخص یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات باہم متضاد ہیں۔

مسٹر کاٹز کا یہ خیال ہے کہ چونکہ فرشتے اللہ تک رسائی حاصل کرنے میں پچاس ہزار سال لیتے ہیں اور چونکہ تمام امور اللہ کی طرف سے فرشتوں کے ذریعے سے لوٹائے جاتے ہیں اس لیے سورۂ سجدہ کی آیت ۵ اور سورۂ معارج کی آیت ۴ دراصل ایک ہی بات کو بیان کر رہی ہیں۔ مسٹر کاٹز لکھتے ہیں:

”آخری دونوں آیات ایک ہی بات بیان کر رہی ہیں۔ سورۂ سجدہ کی آیت ۵ میں جو لفظ 'امر' استعمال کیا گیا ہے اس کا ترجمہ عام طور پر 'affairs' (امور) کیا جاتا ہے یہ لفظ ان آیات میں قرآنی اصطلاح ہے یعنی فرشتوں اور جبریل کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا۔ یہ آیت 'امر' کے متعلق بات کرتی ہے کہ ”خدا تک رسائی پائیں گے۔““

سیاقِ کلام سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی چیز ہے جب کسی کے پاس جاتی تو پھر یقیناً واپس آتی ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۸۵ میں ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا.

”اور وہ تم سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے اور تمھیں تو بس تھوڑا سا علم ہی عطا ہوا ہے۔“

اس آیت میں ”امر“ اور ”روح“ کے درمیان تعلق پر غور کریں:

سورۂ قدر (۹۷) کی آیت ۴ میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ.

”اس میں فرشتے اور روح اترتے ہیں، امر میں، اپنے رب کی اجازت کے ساتھ۔“

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

یہاں پھر ''امر'' اور ''روح'' اور ''فرشتوں'' کے مابین تعلق پر غور کریں۔''

مسٹر کاٹز کا نکتہ (میرے الفاظ میں) یہ ہے کہ چونکہ فرشتوں کے ذریعے سے امور اللہ کو لوٹائے جاتے ہیں اس لیے سورۂ سجدہ کی آیت ۵ اور سورۂ معارج کی آیت ۴ ایک ہی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور ان دونوں آیات کے درمیان جو فرق ہے وہ دراصل تضاد ہے۔

میرا یہ خیال ہے کہ اس کا جواب بہت سادہ ہے۔ سورۂ معارج کی آیت ۴ یہ بیان کرتی ہے کہ فرشتے اور جبریل خدا تک رسائی پانے کے لیے پچاس ہزار سال لیتے ہیں۔ یہ آیت یہ نہیں کہتی کہ خدا جب چاہتا ہے تو وہ فرشتوں اور جبریل کو پانے کے لیے یہ عرصہ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر فرشتوں کو اپنے پاس طلب کرنا چاہے یا انھیں اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہے تو یہ اس کے لیے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے ہو سکتا ہے۔ ان آیات میں ایسی کوئی چیز نہیں جو ہماری اُس بات کی نقیض ہو۔

بہر حال کوئی بھی مسئلہ ہو یہ بالکل واضح ہے کہ یہ دونوں آیات دو مختلف امور بیان کر رہی ہیں۔ ایک آیت فرشتوں اور جبریل کا خدا تک پہنچنا بیان کر رہی ہے اور دوسری آیت دنیا کے لیے خدا کے منصوبوں اور اس کی تکمیل کے وقت سے باخبر کر رہی ہے۔ ظاہر ہے یہاں یہ ضروری نہیں ہے کہ ان منصوبوں یا ان منصوبوں کی تکمیل کی اطلاع دینے کے لیے فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کو اللہ کے دربار میں رسائی حاصل کرنا پڑتی ہے۔

عربی زبان کے پہلو سے

عربی کے لفظ ''یوم'' کا انگریزی زبان میں 'Day' ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہاں عربی زبان کے پہلو سے یہ نکتہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ عربی زبان میں لفظ ''یوم'' انگریزی لفظ 'Day' کی طرح وقت کے ۲۴ گھنٹے کے دورانیے ہی کے استعمال تک محدود نہیں ہے۔ اس بات کے اثبات کے لیے ذیل میں عربی ادب سے کچھ حوالے دیے جاتے ہیں:

دورِ اسلام سے قبل کا ایک شاعر کہتا ہے:

متی یسا عدنا الوصال ودھرنا

یومان: یوم نوی ویوم صدود[1]

---

[1] یہ ہمارے لیے کیسے ممکن ہے کہ ہمارا ملاپ ہو جائے ہمارا وقت تو دو ہی دنوں پر مشتمل ہے ایک جدائی کا دن اور ایک وہ دن جب ہم مقامات سے روک دیے جائیں گے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including online or any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ان مصروں میں لفظ ''یوم''، ''مراحل'' اور ''وقفوں'' کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اسے کوئی بھی شخص وقت کے ۲۴ گھنٹے کے دورانیے کے مفہوم میں نہیں لے سکتا۔

عمرو بن کلثوم کہتا ہے:

بیوم کریهة ضربا و طعنا
اقربه مواليک العيونا

وان غدا وان اليوم رهن
ويعد غد بما لا تعلمينا[۲]

اس مصرعے میں لفظ ''غداً''، ''الیوم'' اور ''بعد غد'' کا بالترتیب مطلب ''آج''، ''(آنے والا) کل'' اور ''پرسوں'' ہے لیکن یہاں ان سے مراد ان کا لغوی مفہوم نہیں ہے بلکہ ان کا مفہوم حال، مستقبل قریب اور مستقبل بعید ہے۔

ابوالعلا معری نے بھی لفظ ''یوم'' انھی مفاہیم کے لیے استعمال کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

ثلاثه ايام هی الدهر كله
وما هن الا الا مس واليوم والغد[۳]

ابن ابی وباقل اپنی محبوبہ سے کہتا ہے:

يطول اليوم لا القاك فيه
ويوم تلتقی فيه قصير[۴]

---

۲ (میں تمھیں یاد دلاتا ہوں کہ) جب جنگ میں، بے نیام تلواریں اور نیزے تھے، یہ چیز تمھارے رشتے کے بھائیوں (Cousions) کے لیے مسرت کا باعث بنی تھی، آج، کل اور آنے والے دنوں کی باتیں تو ابھی پوشیدہ ہیں۔ (اس لیے میں تمھیں صرف ماضی کی باتیں ہی یاد کرا سکتا ہوں۔)

۳ وقت تین دنوں پر مشتمل ہے: گزرا ہوا کل، آج اور آنے والا کل۔

۴ وہ دن بہت طویل ہوتا ہے جس میں ہم مل نہیں پاتے، جبکہ وہ دن بہت چھوٹا ہوتا ہے جب ہم ملتے ہیں۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net."

اس مصرعے میں بھی لفظ ''یوم'' اس وقت کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے جب شاعر اپنے محبوب کے ساتھ اور جب اس سے دور ہوتا ہے۔ یہاں ''یوم'' سے مراد وہ ''دن'' نہیں ہے جو وقت کے ۲۴ گھنٹے کے دورانیے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

حسین اسدی کہتا ہے:

له یوم بؤس فیه للناس ابوس

ویوم نعیم فیه للناس انعم[۵]

یہاں بھی دیکھ لیں، لفظ ''یوم'' شاعر کی زندگی کے مختلف مراحل کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ اس کی زندگی کے ۲۴ گھنٹے کے کسی دورانیے کے لیے۔

شمر کہتا ہے:

یوماه : یوم ندی ویوم طعان[۶]

ابنِ منظور اپنی کتاب ''لسان العرب'' میں شمر کے اس مصرعے کا حوالہ دیتا ہے اور اس سے حسبِ ذیل نتیجہ اخذ کرتا ہے:

ویوماه : یوم نعم ویوم بؤس، فالیوم ههنا بمعنی الدهر أی : هو دهره کذلك[۷] (لسان العرب ج ۱۲ ص ۶۵۰)

اوپر درج حوالوں سے ہم آسانی کے ساتھ یہ بات اخذ کر سکتے ہیں کہ لفظ ''یوم'' صرف وقت کے ۲۴ گھنٹے کے دورانیے کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی کی زندگی کے کسی مرحلے اور کسی وقت کے کسی دورانیے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ اس نے وہ وقت بھی گزارا ہے جس میں اس کی وجہ سے لوگوں نے سخت ترین وقت کا سامنا کیا اور فیاضی کا وہ دور بھی جب لوگ خوش حال ہو گئے۔

۶۔ اس کی زندگی دونوں پر مشتمل ہے۔ فیاضی کا دن اور جنگ کا دن۔

۷۔ اس کے دو ہی دن ہیں: ایک دن وہ جب وہ فیاض ہوتا ہے اور ایک وہ دن جب وہ میدانِ جنگ میں ہوتا ہے۔ یہاں لفظ 'دن' سے مراد وقت ہے۔ مثلاً اس کی زندگی دو قسم کے حالات پر مشتمل ہے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

مذکورہ مصرعوں کی طرح سورۂ سجدہ کی آیت ۵ اور سورۂ معارج کی آیت ۴ میں بھی لفظ ''یوم'' وقت کے دورانیے کے لیے استعمال ہوا ہے وقت کا یہ دورانیہ دو مختلف امور کے لیے مختلف ہے۔ اس فرق کو تضاد قرار دینے کا میرے نزدیک کوئی معقول جواز نہیں ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

محمد بلال

دانش سرا، پاکستان کا دوسرا سالانہ اجتماع

(جاوید احمد صاحب غامدی کا اختتامی خطاب)

— ۳ —

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سوال و جواب کی نشست کے بعد جاوید احمد صاحب غامدی نے اختتامی خطاب کیا۔

اس خطاب کے آغاز میں انھوں نے شکرِ خداوندی کا اظہار کیا کہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔ انھوں نے اجتماع کے شرکا سے درخواست کی کہ اجتماع کے انتظامات اور پروگراموں کی ترتیب میں جو انھوں نے خامیاں دیکھی ہیں، وہ منتظمین کو بتائیں۔ اس معاملے میں انھیں مشورے دیں۔ تاکہ وہ آیندہ اجتماعات کو بہتر سے بہتر طریقے سے منعقد کر سکیں۔ اس دوران میں کوئی تکلیف آپ کو پہنچی ہو، کوئی زحمت اٹھانی پڑی ہو تو اس کے لیے میں بھی ایک میزبان کی حیثیت سے معذرت طلب کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے کارکن بھی یہی چاہیں گے کہ آپ ان کے عذر کو قبول کریں اور اپنے مشوروں سے نوازتے ہوئے اور ان کے لیے دعا کرتے ہوئے رخصت ہوں۔

انھوں نے کہا کہ اس موقع پر میں نے جو گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنی ہیں وہ ایک ہی نکتے پر مبنی ہیں۔ میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں بھی اس کو واضح کیا ہے اور اب پھر اس کو دہرا رہا ہوں اور یہ دہرانے ہی کی بات ہے کہ دین کے سارے کاموں میں ہمارا رخ داخل کی جانب ہونا چاہیے۔ میں کیا ہوں؟ مجھے پروردگار نے کس آزمایش میں ڈالا ہے؟ مجھے کس ذمہ داری پر فائز کیا ہے؟ مجھے دنیا کی یہ زندگی کس طرح گزارنی ہے؟ یہ ہے وہ چیز جو تمام توجہات کا مرکز بننی چاہیے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded / published on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

اپنی بات کی تفصیل کرتے ہوئے جاوید صاحب نے کہا کہ دین کی دعوت کوئی دنیوی مسائل کے حل کی دعوت نہیں ہے۔ یہ تو اصل میں مسئلے کی نوعیت کو تبدیل کر دینے کی دعوت ہے۔ یہاں ایک غلط فہمی ہو سکتی تھی لہٰذا جاوید صاحب نے اس کا پیشگی ازالہ کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کے مسائل رہیں گے۔ انسان کو اللہ نے بڑی عقل عطا کر رکھی ہے وہ ان مسائل کو حل کرنے کی تدبیریں بھی کرتا رہے گا۔ اس کے لیے نئے نئے طریقے بھی اختیار کرتا رہے گا۔ لیکن اللہ کے پیغمبروں کی تعلیم یہ ہے کہ انسان دنیا کے مسئلے کو ضمنی توجہ کا مسئلہ اور آخرت کے مسئلے کو اصل توجہ کا مسئلہ سمجھے۔

انھوں نے کہا کہ ہم کو اپنے مالک کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اور یہ منزل موت کے راستے سے گزر کر آنی ہے۔ اس بات کو لوگوں کا مسئلہ بنا دیا جائے۔ جیسے دنیا کے دوسرے مسائل ان کی دلچسپیوں کا موضوع بنتے ہیں ان سے کہیں بڑھ کر یہ مسئلہ ان کی دلچسپی کا موضوع بن جائے کہ مجھے بہر حال ایک دن رخصت ہونا ہے اور اس کے بعد ایک نئی دنیا میں قدم رکھنا ہے۔ اور وہاں اپنے اعمال نامے کے ساتھ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اُس وقت میں اپنی کسی خامی، کسی غلطی، کسی لغزش، کسی گناہ کو چھپا نہ سکوں گا۔ مجھے اپنے نامۂ اعمال کا سامنا کرنا ہے اور اس وقت میں کوئی بات بنا نہ سکوں گا۔ کوئی بہانہ تراش نہ سکوں گا۔ کوئی سفارش پیش نہ کر سکوں گا۔ وہاں جس مرحلے سے مجھے گزرنا ہے اس کا نتیجہ ابدی نعمت کی صورت میں بھی نکل سکتا ہے اور ابدی نقمت کی شکل میں بھی نکل سکتا ہے۔ مجھے بہر حال ابدی رحمت کو پانے کی جدوجہد کرنی ہے۔ اس جدوجہد کا راستہ میری موت کے بعد بند ہو جائے گا۔ اس لیے جو مہلت ہے اسی زندگی تک ہے۔

یہ بنیادی مسئلہ، فی الواقع انسان کا مسئلہ بن جائے۔ میں اسلامی دعوت کا اصل موضوع اسی بات کو سمجھتا ہوں۔ انبیا کی دعوت میں ہمیشہ اسی چیز کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی ہے۔ وہ اسی کو غایت، مقصد اور نصب العین بنا کر جدوجہد کرتے ہیں۔ پھر لوگ ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ اے پیغمبر، آپ ہمیں بتائیے کہ ہم جہنم سے کیسے بچ سکتے ہیں اور جنت کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

جاوید صاحب نے کہا کہ یہ مسئلہ سبھی کا مسئلہ بن جانا چاہیے۔ اور اس طرح بن جانا چاہیے کہ آدمی کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا سب اسی کے تحت ہو جائے۔ ایسا آدمی دنیا میں اپنے سب مسائل حل کرے گا۔ وہ اپنے معاشرتی مسئلے بھی حل کرے گا۔ وہ اپنے معاشی مسئلے بھی حل کرے گا۔ وہ اپنے سیاسی مسئلے بھی حل کرے گا۔ وہ ان کے لیے نئے نئے راستے بھی نکالے گا۔ لیکن ان مسئلوں کی جانب اس کی توجہ ضمنی ہو جائے گی۔ اصل اور

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

بنیادی توجہ اِس جانب ہو گی کہ مجھے ایک دن اپنے مالک کے حضور میں کھڑے ہونا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ احساسِ جواب دہی پیدا کر دینا، اس کے لیے انسانی ذہن کو بیدار کر دینا، اس کو روح میں اتار دینا، یہ انبیا کی جدوجہد کا مقصد رہا ہے۔

اپنی اس بات کا تعلق دانش سرا سے قائم کرتے ہوئے جاوید صاحب نے کہا کہ دانش سرا کا پلیٹ فارم ہم نے دین کی اسی دعوت کو پیش کرنے کے لیے بنایا ہے۔ یعنی جو چیز ہمارے پیشِ نظر ہے وہ اصلاً یہی ہے۔ اس اصل چیز کو ہر حال میں سامنے رہنا چاہیے۔ دانش سرا سے وابستہ لوگوں میں باقی چیزیں ضمنی طور پر کہیں زیرِ بحث آتی ہیں تو آئیں۔ انھیں ثانوی طور پر کہیں موضوعِ بحث بنایا جاتا ہے تو بنایا جائے لیکن بنیادی اہمیت جس چیز کو حاصل ہونی چاہیے وہ یہی ہونی چاہیے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ دعا کیجیے، یہ مسئلہ میرا بھی اصل مسئلہ بن جائے اور اپنے لیے بھی دعا کیجیے کہ یہ مسئلہ آپ کا بھی اصل مسئلہ بن جائے۔ آخرت ہمارا اصل مسئلہ بن جائے۔ سارے مسئلوں میں یہ بنیادی مسئلہ بن جائے۔

جاوید صاحب نے اپنی بات کی دلیل کے لیے قرآنِ مجید کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ انبیاے کرام کے کام کو قرآنِ مجید لفظ ''انذار'' سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی انبیا انسانوں کو خبردار کرتے ہیں کہ موت ایک حقیقت کے طور آنے والی ہے۔ کوئی شخص اس کے مقابلے میں اپنی کوئی تدبیر نہیں لڑا سکتا ہے۔ وہ مالک کا فیصلہ ہے جو صادر ہو جاتا ہے۔ اور دنیا کی اس آزمایش کو اس نے ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد آگے وہ منزل ہے جس میں ہمارے پاس کچھ بھی پیش کرنے کے لیے نہیں ہو گا سوائے ہمارے اعمال کے جنھیں لے کر ہم وہاں حاضر ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نفس کو پاک کرنے کی آزمایش میں ڈالا ہے۔ ہمارے نفس کے اوپر شیطان شب و روز حملہ آور ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان ہمارے اندر اس طرح دوڑتا ہے جیسے خون رگوں میں دوڑتا ہے۔ چونکہ اس کی تاخت نفس کی گہرائیوں میں ہے۔ وہ بہت اندر اتر کر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس کی چالیں بے پناہ ہیں۔ اس کے فریب کے مقامات بے شمار ہیں۔ اس لیے آخرت اگر انسان کا بنیادی مسئلہ نہ بن جائے تو سچی بات یہ ہے کہ وہ اس آزمایش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس امتحان میں کامیابی یہ ہے کہ انسان خدا کے سامنے پیش ہو تو اپنے نفس کو پاک کر کے پیش ہو۔ نفس کی پاکیزگی کے لیے اللہ کے پیغمبر علم اور عمل، دونوں کا تزکیہ کرتے ہیں۔

جاوید صاحب نے کہا کہ انسان کے نفس پر آلایش آ جاتی ہے۔ اس سے کوتاہی ہو جاتی ہے، اس سے غلطی

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format including any website, please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ہو جاتی ہے۔ بڑے سے بڑا جرم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو رشوت دے لیتا ہے۔ بڑی بڑی توجیہات کر لیتا ہے۔ بعض اوقات اس کا مطالعہ، اس کا علم، اس کی عقل اس کے لیے فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ طرح طرح کے راستے نکال لیتا ہے۔ لیکن اس کا ضمیر اسے متنبہ کرتا رہتا ہے کہ یہ سارے بہانے ہیں جو وہ تراش رہا ہے۔ اس صورت حال میں انبیا کیا رہنمائی کرتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ایسے میں انسان اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دے۔ ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف کرے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھ سے کوتاہی ہو گئی۔ میں تیرے پاس آ گیا ہوں۔ مجھے معاف کر دے۔

چنانچہ قرآنِ مجید نے سورۂ توبہ کی ایک آیت[1] میں جب اہلِ ایمان کی صفات بیان کیں تو اس میں سب سے پہلے جس صفت کو نمایاں کیا وہ یہی ہے کہ وہ 'التائبون' ہوتے ہیں —— یہ بات پیشِ نظر رہے کہ نزول کے اعتبار سے سورۂ توبہ قرآن کے بالکل آخری زمانے کی سورہ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک بندۂ مومن کے سامنے وہ ہدف کیا ہے جس کی طرف اس کو بڑھنا چاہیے —— 'التائبون' یعنی بار بار اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بار بار لوٹنا، یہ بار بار رجوع کرنا، یہ انسان کی ایک کمزوری کی بنا پر ہے۔ یعنی وہ ایک ہی بار کھڑا نہیں ہو جاتا۔ اس کا معاملہ بالکل اس بچے کا سا ہوتا ہے جو چلنا سیکھ رہا ہوتا ہے۔ جو قدم قدم پر پھسلتا ہے۔ جو بار بار گرتا ہے۔

بار بار پھسلنے اور بار بار گرنے کے بعد اس عزم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہونا کہ مجھے بہر حال آگے بڑھنا ہے۔ یہی توبہ ہے اور یہی رجوع ہے۔ یعنی آدمی نے جو کیا اس کے اندر ندامت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ مجھ سے کیوں ہو گیا۔ میں اس آزمایش میں کیوں ناکام ہو گیا۔ یہ کیا ہو گیا میرے ساتھ۔ میرے اوپر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا۔ اس حادثے کا شدید احساس، اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی غیر معمولی ندامت اور پھر یہ داعیہ اور یہ جذبہ کہ میں اگر تلافی کر سکتا ہوں تو تلافی کروں۔ میں نے کسی کا حق مارا ہے تو ادا کروں۔ کسی کے ساتھ زیادتی کی ہے تو دست بستہ اس سے معافی مانگ لوں۔ کسی کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کروں۔

---

[1] اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ.(۹: ۱۱۲) ''توبہ کرتے رہنے والے، عبادت گزار، شکر گزار، ریاض کرنے والے، رکوع سجدہ کرتے رہنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی نگہ داشت رکھنے والے اصلی مومن ہیں اور مومنوں کو خوش خبری سنا دو۔''

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

اپنے رب کے کسی حق میں خیانت کی ہے تو اپنے آپ کو اس خیانت سے پاک کرنے کی سعی کروں۔ یہ بات یاد رکھیے کہ ندامت کے بعد توبہ کا جو لازمی حصہ ہے وہ تلافی ہے۔

توبہ کا تیسرا لازمی حصہ اصلاح ہے۔ یعنی آیندہ کے لیے یہ عہد کہ میں اپنے آپ کو ٹھیک رکھنے کی کوشش کروں گا۔ یہ عہد بار بار بھی ٹوٹے تو کرتے چلے جایئے۔ یعنی صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ اور اس کو قرآن نے خود بیان کر دیا ہے کہ اے میرے بندو، تم جو اپنی جانوں پر ظلم ڈھا چکے ہو، 'لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ' اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اس کی طرف آؤ، وہ بڑے سے بڑے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

بس ضد، ہٹ دھرمی، عناد، حق کے واضح ہو جانے کے باوجود متکبرانہ رویہ آدمی کے اندر نہیں ہونا چاہیے۔ قرآنِ مجید نے یہی شرط لگائی ہے۔ یہ نہیں ہیں تو توبہ آدمی کے اندر سچے اہلِ ایمان کی پہلی صفت بن جاتی ہے۔ دیکھیے کیسی رحمت ہے اس عنایت کرنے والے کی۔ وہ کہتا ہے تم بڑے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کر لو لیکن اس گناہ کے پیچھے سرکشی نہ ہو۔ تمرد نہ ہو۔ مجھ سے گریز نہ ہو۔ میرے مقابلے میں کھڑے ہونے کا داعیہ نہ ہو۔ تمھارے اوپر جذبات کا غلبہ ہو گیا۔ اور تم بڑی سے بڑی حد توڑ بیٹھے۔ لیکن جیسے ہی اس کیفیت سے نکلے تو اپنے آپ کو میرے سامنے ڈال دیا تو میں نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے کہ اس توبہ کو قبول کر لوں گا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ بڑی سے بڑی کوتاہی کے بعد آدمی جب اپنے آپ کو اس کے سامنے ڈال دیتا ہے تو وہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔

دوسری صفت یہ بیان کی کہ 'العٰبدون'۔ وہ اپنے رب کی اور صرف اپنے رب کی پرستش کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے رب کی اور صرف رب ہی کی اطاعت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی ان کی پرستش اور ان کی اطاعت کا اصل تعلق اپنے مالک سے ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید کی اصطلاح میں عبادت جس طرح پرستش کو شامل ہے اسی طرح اطاعت کو شامل ہے اور جس طرح اطاعت کو شامل ہے اسی طرح پرستش کو شامل ہے۔ اس کی ابتدا پرستش ہے۔ اس کی انتہا اطاعت ہے۔ سچے اہلِ ایمان یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا مالک ان سے کیا چاہتا ہے۔ وہ اپنے سارے جذبات، اپنے سارے احساسات کا مرجع، مولا، ماویٰ اسی کو بناتے ہیں۔ وہ اپنے رب کی بندگی کرنے والے ہوتے ہیں۔ بندگی کس چیز کا نام ہے؟ بندگی خدا کی عظمت اور اپنے عجز کے غیر معمولی اعتراف کا نام ہے۔ یعنی میں کچھ نہیں ہوں۔ میری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اپنی نفی کے مقام پر آدمی کھڑا ہو جاتا ہے۔ دنیا کے سامنے اس کا مقام بہت بلند ہو گا لیکن مالک کے سامنے نیچا ہی رہتا ہے۔ اس کے سامنے اپنے عجز اور اس کی عظمت کے

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any form, including any website, please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

اعتراف کے آخری مقام کو چھولیتا ہے پھر اس کے اندر خدا سے انتہائی محبت اور انتہائی خوف پیدا ہوتا ہے جس کو ایک عارف نے یوں بیان کیا ہے کہ مجھے اگر یہ معلوم ہو کہ ساری دنیا جہنم میں جائے گی لیکن ایک آدمی جنت میں جائے گا۔ تو مجھے اپنے رب کی رحمت پر یہ اعتماد ہے کہ وہ ایک میں ہوں گا۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ ساری دنیا جنت میں جائے گی اور ایک آدمی جہنم میں جائے گا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میں نہ ہوں۔

اس خوف اور امید کے درمیان خدا پر بے پناہ اعتماد رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنی ہے اگر یہ اعتماد ختم ہو گیا تو پھر شیطان آکر انڈے بچے دے دے گا۔ یہ اعتماد کسی حال میں ختم نہیں ہونا چاہیے۔

تیسری صفت اس آیت میں یہ بیان کی ہے کہ میرے بندے 'الحامدون' ہوتے ہیں۔ میرا شکر ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ جذبۂ شکر گزاری کے بغیر بندگی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں ہی کا شعور ہے جو بندے کو خدا کے ساتھ متعلق کرتا ہے۔ ہمارا عجز ہمیں خدا کے سامنے جب ڈال دیتا ہے تو وہ چیز جو خدا کے سامنے ڈھے جانے کی تعبیر بن جاتی ہے وہ جذبۂ شکر ہے۔ اس جذبۂ شکر کے اوپر دین کی پوری عمارت استوار کی گئی۔ اگر آدمی متکبر اور اکڑنے والا نہیں ہے تو سمجھ لیں کہ وہ دین کے دائرے کے اندر کھڑا ہے اور اگر وہ کفرانِ نعمت کرنے والا ہے تو جان لیں کہ وہ دین کے دائرے سے باہر کھڑا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ آدمی اگر زندگی کے بارے میں بے حس نہ ہو جائے اور بے پروانہ ہو جائے تو قدم قدم پر پانی کا ایک گھونٹ، ہوا کا ایک جھونکا، روٹی کا ایک نوالہ، خدا کی یاد دلاتا ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ منعمِ حقیقی نے ہمارے اوپر اپنی عنایتوں کی بارش کر دی ہے۔ اور ہم ان عنایتوں کا کسی حال میں شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اس لیے بندۂ مومن نعمتوں کے شکر کے احساس کے ساتھ لبریز ہو کر زندگی بسر کرتا ہے۔

اگر وہ ناشکرے پن کا رویہ اختیار کر لیتا ہے تو پھر دین کی نعمت سے، خدا کی ہدایت سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے۔ شکر گزاری کو ایک جذبے، ایک داعیے، ایک حقیقت کے طور پر زندگی کا احاطہ کرنا چاہیے۔ ہر طرف سے اس کو گھیرنے والی چیز بن جانا چاہیے۔

چوتھی صفت خدا نے یہ بیان کی ہے کہ وہ 'السائحون' ہوتے ہیں۔ یعنی وہ دین کو سیکھنے میں اور دین کی طلب میں اور دین کی ضرورتوں میں سرگرداں رہنے والے ہوتے ہیں۔ ریاض کرنے والے ہوتے ہیں۔ مشقتیں اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ ''سیاحت'' قدیم مذہبی اصطلاح ہے جسے قرآن نے یہاں بیان کیا ہے۔ جس طرح ایک سیاح اپنے سامنے ایک ہدف بنا لیتا ہے اور پھر اس کے بعد بیوی بچوں کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

نکل کھڑا ہوتا ہے ان کے ہاں طلبِ دین میں یہ جذبہ اور یہ داعیہ ہوتا ہے۔ یعنی جن حدود میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے وہ بہر حال اپنی طلب کا نصب العین اسی کو بناتے ہیں۔ جس طرح آپ اس وقت دور دراز علاقوں سے سفر کر کے یہاں دین کے مقصد کے لیے آئے ہیں، یہ بھی فی الجملہ سیاحت ہے۔ یہ سیاحت آدمی کی زندگی کا حصہ ہونی چاہیے۔ یہ نہیں ہے کہ جو کچھ حاصل ہو گیا ہے اس کو انسان لے کر ایک گوشے میں بیٹھ جائے۔ بلکہ ہر لحظہ، دین کی طلب میں، حق کی جستجو میں، دین کو اپنانے کے معاملے میں، دین کو دوسروں تک پہنچانے کے معاملے میں، حساس ہو کر زندگی بسر کرے۔ یعنی بندۂ مومن اس سیاحت کو زندگی کے کسی ایک مرحلے میں اختیار نہیں کرتا بلکہ یہ اس کی دائمی صفت ہوتی ہے۔

پھر فرمایا: 'الرٰکعون الساجدون'۔ یعنی وہ خدا کے سامنے اپنے وجود کو جھکا دینے والے ہوتے ہیں۔ رکوع و سجود قرآنِ مجید میں نماز کی تعبیر ہے۔ نماز کو کوئی معمولی چیز نہ سمجھیں۔ موجودہ زمانے میں جب لوگوں پر فہمِ مدعا کا بہت غلبہ ہوا تو انھوں نے کہا کہ ایک آدمی یہ نہیں سمجھتا ہے کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے۔ قرآنِ مجید کے کیا اذکار ہیں جو اس کی زبان سے نکل رہے ہیں۔ ایسے میں کیا فائدہ اس نماز کا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ قرآن نے اپنی اس تعبیر —— الرٰکعون الساجدون —— سے واضح کر دیا ہے کہ نماز اصلاً اعمال کا نام ہے۔ اعمال کوئی معمولی چیز نہیں ہیں۔ اندازہ کریں، ایک آدمی کے اندر ہمت بھی ہے۔ قدرت بھی ہے۔ اس کے پاس دولت بھی ہے۔ علم بھی ہے۔ بسا اوقات اس کے پاس اقتدار بھی ہوتا ہے اور خدم و حشم بھی ہوتے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ ایک طفلِ سادہ کی طرح اپنے مالک کے سامنے رکوع و سجود کے لیے جھک جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کوئی معمولی کام ہے جو وہ کر رہا ہے۔ یعنی وہ ساری مصروفیات کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔ اس کی کمر جھک گئی۔ اس کی روح جھک گئی۔ اس کا سر جھک گیا۔ اس کا سب کچھ خدا کے سامنے خم ہو گیا۔ یہ کوئی معمولی بات ہے۔ کبھی نماز کی ہیئت پر نگاہ ڈالیے، اس میں کس شان کے ساتھ بندہ اپنے وجود کے ساتھ اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ میں کتنا عاجز ہوں اور وہ کتنا بالا ہے۔ نماز اصل میں اس عجز کو ایک مشہود حقیقت بنا دیتی ہے۔

رکوع و سجود کی اہمیت کو اپنے ایک تجربے سے واضح کرتے ہوئے جاوید صاحب نے کہا کہ جب میری آنکھوں کا آپریشن ہوا تو ان دنوں مجھے ڈاکٹر نے سجدہ کرنے سے روک دیا۔ کبھی زندگی میں اس کا تجربہ نہیں ہوا تھا کہ دو چار ماہ کے لیے سجدے سے محروم کر دیا جاؤں۔ جب میں اس تجربے سے گزرا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کتنا

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any form, including on any website, please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

بڑا حادثہ ہے جو ایک مسلمان کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے عجز کے اعتراف میں اپنا سر اس کے سامنے رکھنا چاہتا ہے، جبینِ نیاز اس کے سامنے جھکانا چاہتا ہے مگر وہ مجبور ہے، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ سجدہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ رکوع کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ وہ اعمال ہیں جو بندے کی بندگی اور خدا کی عظمت کو ایک زندہ حقیقت بنا دیتے ہیں۔

انھوں نے وضاحت کی کہ میں نماز کے اذکار کی نفی نہیں کر رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ان کے معاملے میں غیر متنبہ ہو جانا چاہیے۔ اذکار کا مطلب سمجھیں۔ ان پر غور کریں۔ اس سے نماز بہتر ہو گی۔ نماز میں حسن پیدا ہو گا۔ لیکن اس رکوع و سجود کو حقیر چیز نہ سمجھیں۔ اعمال خاموشی کی زبان ہیں جن کے اندر بڑی حقیقتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ جو لوگ ان اعمال کو حقیر سمجھتے ہیں وہ دین کی اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ نماز خدا اور بندے کے درمیان تعلق کے ظہور کا آخری مظہر ہے۔

نماز کے پہلو سے مسجد کی اہمیت واضح کرتے ہوئے جاوید صاحب نے کہا کہ جب مسلمان اللہ کے سامنے خاص طور پر مسجد میں کھڑے ہو کر ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں تو یہ نماز اپنے منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے مسجد کے ساتھ بڑا مضبوط تعلق بنا کر رکھنا چاہیے۔ گھروں کی فضا کتنی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو، وہ مسجد کی روحانیت کا بدل نہیں ہو سکتی۔ محلے کی مسجد بندۂ مومن کا اصل گھر ہے۔

نماز بڑی غیر معمولی چیز ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے دین کا شعور دیا تھا وہ اس بات سے خوب واقف تھے۔ سیدنا عمر کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے عمال کو لکھتے تھے: یہ بات یاد رکھو کہ اگر نماز ضائع ہو گئی تو پھر بدرجۂ اتم پورا دین ضائع ہو جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا 'الاٰمرون بالمعروف والناھون عن المنکر' یعنی وہ معروفات کی تلقین کرنے والے اور منکرات سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ خدا کے بندے دینِ فطرت پر قائم ہوتے ہیں۔ معروف اور منکر خدا کا فطری دین ہے جو انسان کے وجود میں الہام کر دیا گیا۔ معروف و منکر کے بارے میں جہاں اشتباہ پیدا ہوتا ہے شریعت وہیں مداخلت کرتی ہے۔ لفظ معروف ہی بتاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے ''جانی پہچانی چیزیں''۔ وہ جانی پہچانی چیزیں جن کو انسانی فطرت ہمیشہ سے خدا کی مرضیات سمجھتی رہی ہے۔ معروف بھی ہمیشہ سے انسان کی فطرت میں موجود ہے اور منکر بھی انسان کی فطرت میں ہمیشہ سے موجود ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کیا چیزیں پسندیدہ ہیں اور وہ جانتا ہے کہ کیا چیزیں ناپسندیدہ ہیں۔ انسان کو اس میں کوئی ابہام نہیں ہوتا۔ وہ کتنے ہی

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

عذر تراشے، اسے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ کیا چیز معروف ہے اور کیا چیز منکر۔ سیدنا آدم علیہ السلام کا قصہ جو قرآنِ مجید میں بیان ہوا ہے اگر آپ اس پر غور کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو گی اس میں پورے طریقے سے اس بات کو نمایاں کر دیا گیا ہے کہ وہ معروف اور منکر کا کتنا اعلیٰ شعور رکھتے تھے۔ ان کا غلطی کر لینے کے بعد اسے محسوس کرنا، ندامت کے ساتھ پلٹنا، یہ بتا رہا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام یہ چیزیں فطری الہام کے طور پر لے کر اس دنیا میں آئے اور بعد میں جب اس معاملے میں کوئی اشتباہ پیدا ہوا تو اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے اسے ختم کر دیا۔ اور یہ سلسلہ بھی ایک لمبے عرصے تک جاری رہا یہاں تک کہ معروف اور منکر انبیاے کرام کی تقریر وتصویب کے نتیجے میں بالکل متعین ہو گئے۔ چنانچہ قرآن اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ وہ معروف و منکر کی کوئی فہرست بیان کرے۔ بلکہ وہ ایک مجمل طریقے سے یہ بات بیان کرتا ہے تو گویا پورے انسانی علم کی شہادت اس کی پشت پر آ جاتی ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ: وہ معروفات کی تلقین کرنے والے ہوتے ہیں اور منکرات سے روکنے والے ہوتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہاں یہ بات واضح رہے کہ ہر آدمی پر جو بنیادی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ــــ جو اضافی ذمہ داری نہیں ہے ــــ وہ جس طرح عملِ صالح ہے اسی طرح تواصی بالحق اور تواصی بالصبر بھی ہے۔ یعنی آدمی کا اپنے ماحول میں حق کی نصیحت کرنا اور حق پر ثابت قدمی کی نصیحت کرنا۔ میرا گھر ہے۔ میرا خاندان ہے۔ میرے ملنے والے ہیں۔ یعنی میری زندگی ایک انسان کی حیثیت سے جہاں جہاں گزرتی ہے وہ میرا ماحول ہے اور میرے اس ماحول میں دین نے یہ 'الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر' کی ذمہ داری ڈالی ہے اور یہ سچے اہلِ ایمان کی صفات میں بیان کر دی ہے۔ یعنی وہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں۔ وہ برائی کی غلاظت لوگوں پر واضح کرتے رہتے ہیں۔ انسانوں کو اس کے بارے میں متنبہ کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے ماحول میں برائیاں ذاتی بھی ہیں اور بسا اوقات اجتماعی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ برائیاں گاہے گاہے بھی حملہ آور ہوتی ہیں اور بعض اوقات ہجوم کی شکل میں ایک وبا کی شکل میں ــــ جسے فقہ کی اصطلاح میں عمومِ بلویٰ کہتے ہیں ــــ پھیل جاتی ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود بندۂ مومن معروف و منکر کے بارے میں زندہ اور بیدار رہتا ہے۔

'الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر' میں الفاظ 'امر' اور 'نھی' کے بارے میں ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ جاوید صاحب نے اس کا ازالہ کرتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ عربی زبان میں یہ الفاظ حکم دینے اور نافذ کرنے کے لیے بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔ ان الفاظ سے مراد اپنے ماحول میں تلقین، نصیحت اور دعوت کا

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

کام انجام دینا ہے۔ ان الفاظ میں حکم دینے یا نافذ کرنے کے مفہوم کے حوالے سے جاوید صاحب نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ ہر آدمی کا ایک دائرۂ اختیار ہوتا ہے۔ باپ کا دائرۂ اختیار اس کے بچے ہیں۔ شوہر کا دائرۂ اختیار اس کی بیوی ہے۔ اسی طرح ریاست کے حکمران کا دائرۂ اختیار اس کی رعایا ہے۔ اس دائرۂ اختیار کے اندر اگر کوئی حکمت مانع نہیں ہے تو آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ منکر کا قوت سے ازالہ کرے۔ دین کی کوئی مصلحت مانع نہیں ہے تو وہ منکر کو ہاتھ سے روکے۔ دائرۂ اختیار میں برائی کو بالجبر روکنے سے فتنہ و فساد نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہاں اختیار حاصل ہے۔ اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے —— یہاں طاقت اس ہمت اور حوصلہ کے معنی میں ہے جو ایمان کے بڑھنے یا کم ہونے سے پیدا ہوتا ہے —— تو زبان سے لوگوں کو منکر سے روکو۔ اور اگر یہ حوصلہ اور ہمت بھی نہیں رکھتے —— ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی کمزوریوں اور برے ماحول کے غلبے کی وجہ سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے —— تو فرمایا: کم سے کم اپنے اندر یہ تو محسوس کرو کہ یہ منکر ہے اور اس کو بہر حال ختم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے تمھارے اندر کم سے کم ایک تردد تو رہنا چاہیے۔ اور اگر تم اس سے بھی محروم ہو گئے تو اس کا مطلب ہے کہ اب تمھارے اندر ایمان کی کوئی رائی بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد جو آخری صفت بیان کی، وہ ہے 'والحٰفظون لحدود اللہ' یعنی خدا کے حدود کی نگہ داشت کرنے والے۔ بندۂ مومن کو اپنے رب کے محارم کے معاملے میں متنبہ رہنا چاہیے۔ ہمارے پروردگار نے اپنے نبیوں کے ذریعے سے جو ہدایت بھیجی ہے، اس میں جس طرح حکمت ہے اسی طرح شریعت بھی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میری ہدایت آئے گی اور جس نے اس کی پیروی کی، نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ کسی شقاوت میں پڑے گا۔ اس ہدایت میں کچھ حدود معین کر دی گئی ہیں۔ مومن ان کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے ہاں ایک لائن لگی ہوتی ہے کہ میں بس یہاں تک جا سکتا ہوں، اس سے آگے جانے سے میرے مالک نے مجھے روک رکھا ہے۔ اس سے مجھے تجاوز نہیں کرنا۔ یہ حدود اللہ کی حفاظت ہے جسے قرآن دوسرے مقامات پر تقویٰ سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی آدمی اندیشہ ناک رہے کہ میں کہیں غلط سمت میں قدم نہ رکھ دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مزید واضح فرمایا کہ آدمی کو اللہ کے حدود کے بارے میں ذرا پیچھے پیچھے ہی رہنا چاہیے اس لیے کہ اگر وہ بالکل قریب چلا گیا تو کیا بعید کہ کب چرتے ہوئے جانور کی طرح دوسری طرف نکل جائے۔ اس لیے کہ اس کی ترغیبات اور اس کے داعیات بے پناہ ہیں۔ اس ضمن میں نہ صرف یہ کہ اپنے علم کے حدود سے متنبہ رہنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ اپنے عمل کے اعتبار سے بھی ہر وقت حساس رہنا چاہیے۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on a website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

اس اجتماع کے خاتمے پر میں آپ کو جو پیغام دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید کی اس آیت کو حرزِ جان بنا لیجیے۔ اس کو اگر آپ نے اپنا توشہ بنا لیا اور اپنا زادِ سفر بنا لیا اور ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کو اصل داعیے کی حیثیت سے اختیار کر لیا اور یہی صفات دوسروں کے اندر پیدا کرنے کا کام کیا تو آپ کے اندر دعوت کی وہ روح پیدا ہو گی جو اللہ کے پیغمبر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

اس آیت کے آخر میں فرمایا 'وبشر المومنین' یعنی ان اہلِ ایمان کو بشارت دے دو۔ کس چیز کی بشارت؟ خدا کی جنت کی بشارت۔ خدا کی بادشاہی کی بشارت۔ اس کے حضور میں سرخروئی کی بشارت۔ یہ بشارت اپنے لیے بھی لیجیے۔ میں بھی اپنے لیے لیتا ہوں۔ یہ دوسروں کے لیے بھی لے کر جائیے۔ اور اس بشارت کو دوسروں تک پہنچائیے۔ دعوت وہ کام ہے جس کے بارے میں کل ہمارے ایک رفیقِ عزیز نے کہا تھا کہ نماز تو دن میں پانچ وقت فرض ہوتی ہے لیکن دین ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم ہر وقت داعیِ حق بن کر رہیں۔ دوسروں کے لیے بشارت دینے والا بن کر رہیں۔

یہ بات یاد رکھیے کہ توجہ کو خارج کے بجائے داخل کی طرف مرکوز ہونا چاہیے۔ یعنی اپنی ذات کی طرف۔ اپنے ماحول کی طرف۔ یہاں روشنی ہو گی تو یہ روشنی دوسروں تک بھی پہنچے گی۔ یہاں تاریکی ہو گی تو دوسروں تک بھی تاریکی ہی پہنچے گی۔

بشارت ہے ان کے لیے جو یہ صفات اپنے اندر پیدا کر لیں۔ اور اپنے آپ کو آخرت کے مسافر بنا لیں۔ اور آخرت ان کا اصل مسئلہ بن جائے۔

اس خطاب کے بعد ۳۰: اپر نمازِ ظہر ادا کی گئی۔ ۰۰: ۲ بجے دوپہر کا کھانا کھایا گیا۔ کھانے کے دوران میں اور بعد میں بھی لوگوں نے جاوید صاحب کو گھیرے رکھا اور مختلف امور پر گفتگو کرتے رہے۔ اس نوعیت کے کچھ اور بھی گروہ بنے رہے اور باہمی گفتگو اور میل جول کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر آہستہ آہستہ الوداعی مصافحے اور الوداعی معانقے شروع ہو گئے۔ ۰۰: ۴ بجے تک تمام لوگ اجتماع گاہ سے رخصت ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دانش سرا، پاکستان کا دوسرا سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

معز امجد / محمد رفیع مفتی

ہم نے انٹرنیٹ (Internet) پر دین سے متعلق مختلف سوالوں کے جواب دینے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ سوال وجواب کا یہ سلسلہ انٹرنیٹ کے پتے http://www. Understanding-islam.com پر دیکھا جا سکتا ہے۔ افادۂ قارئین کے لیے سوال وجواب کے اس سلسلے کے ایک حصے کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ انگریزی زبان سے یہ اردو ترجمہ محمد رفیع مفتی صاحب نے کیا ہے۔

آپ بھی اگر 'E-Mail' کے ذریعے سے کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو 'dsera@brain.net.pk' کے پتے پر سوال ارسال کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''اشراق'' کے پتے پر عام ڈاک کے ذریعے سے بھی سوالات پوچھے جا سکتے ہیں۔ مدیر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہود کا ایک عقیدہ

سوال: کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ یہود کا کون سا گروہ حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتا ہے؟

جواب: یہ بات اصولی طور پر ابتدا ہی میں جان لینی چاہیے کہ قرآنِ مجید نے جن اقوام اور جن مذہبی گروہوں کے عقائد کے بارے میں بحث کی ہے، وہ وہ ہیں، جو نزولِ قرآن کے وقت عرب میں موجود تھے یا جن سے عرب واقف تھے۔ چنانچہ جب قرآن یہ کہتا ہے کہ یہود نے عزیر کو اللہ کا بیٹا بنا لیا ہے تو یہ بات اصلاً یہود کے اسی گروہ سے متعلق ہے جو عرب میں پایا جاتا تھا اور اس نے عزیر علیہ السلام کی عقیدت میں غلو کرتے ہوئے انھیں خدا کا بیٹا قرار دے دیا تھا۔ بد قسمتی سے ہمارے پاس قرآن کے علاوہ تاریخِ عرب کے کوئی ایسے ذرائع

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

موجود نہیں ہیں جن سے ہم یہود کے ان گروہوں کے بارے میں تفصیلات اور ان کے عقائد واضح طور پر جان سکیں۔ لیکن یہ بات ایک حقیقت ہے کہ اگر یہود پر قرآنِ مجید کا یہ الزام ان کی دانست میں ایک حقیقت نہ ہوتا تو وہ اس پر شدید معترض ہوتے اور بالکل وہی رویہ اختیار کرتے جو انھوں نے سورۂ توبہ کی آیت[1] ۳۱ کو اپنی دانست میں غلط سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت جو یہود موجود تھے انھوں نے ہرگز اس بات کو غلط قرار نہیں دیا۔ اور قرآن کے اس بیان کی بالکل تردید نہیں کی۔ لہٰذا ہم یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جس دور میں قرآن نازل ہوا ہے اس وقت یہود کے ہاں یا ان کے کسی گروہ کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔

قرآن کے مختلف تراجم

سوال: قرآنِ مجید کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ بہت آسان زبان میں ہے اور اسے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ایک مجھ جیسے عربی زبان سے ناآشنا شخص کے لیے تو اسے سمجھنا آسان نہیں ہے۔ کیا جن لوگوں کی مادری زبان عربی ہے ان کے لیے اسے سمجھنا بالکل آسان ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن کے بہت سے مختلف تراجم پائے جاتے ہیں؟ جن لوگوں نے قرآنِ مجید کے تراجم کیے ہیں ان کے بارے میں میرا یہی خیال ہے کہ وہ بہت اچھی عربی جانتے ہوں گے۔

جواب: آپ نے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کے بارے میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ آسان زبان میں ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس بات سے آپ کی مراد کیا ہے۔ جو کچھ خود قرآن نے اپنے بارے میں کہا ہے، وہ تو یہ ہے کہ یہ یاددہانی کے لیے بہت موزوں بنایا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کی اس بات کو غلط طریقے سے یوں بیان کر دیا جاتا ہے کہ یہ ایک آسان کتاب ہے اور اصل بات کو بیان ہی نہیں کیا جاتا کہ یہ تذکیر اور یاددہانی کے حوالے سے ایک موزوں کتاب ہے۔ قرآن نے خود اپنی زبان کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ وہ عربیِ مبین یعنی واضح عربی ہے

---

[1] اس آیت میں یہود پر تنقید کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنے علما اور اپنے درویشوں کو اللہ کے علاوہ الٰہ بنا رکھا ہے۔ یہود نے اعتراض کیا کہ ہم تو ان کی الوہیت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کیا کہ حلال و حرام میں فیصلہ کن حیثیت خدا کی ہے، جبکہ تم نے علما اور درویشوں کو یہ حیثیت دے رکھی ہے۔ (مترجم)

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and nowhere else."

اور یہ عربی ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے قبیلہ قریش کی زبان ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ شخص جس کی مادری زبان عربی ہو، وہ بھی اگر اس زمانہ کے قبیلہ قریش کی زبان، اس کے محاورے اور اس کے اسالیب کو نہیں سمجھتا، تو اس کے لیے بھی قرآن کی زبان آسان زبان نہیں ہے۔

جہاں تک قرآن کے تراجم کے مابین اختلاف کا تعلق ہے، تو اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ ترجمہ در حقیقت ترجمہ کرنے والے کے فہمِ متن کا نام ہے، اور متن کا یہ فہم دو افراد میں مختلف ہو سکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی یہ تراجم کیے ہیں وہ بے شک عربی زبان تو جانتے ہی تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ام القریٰ یعنی مکہ میں نزولِ قران کے زمانے میں بولی جانے والی عربی کے بھی عالم ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا صحیح فہم اس کلاسیکی عربی کے عمدہ فہم پر منحصر ہے کیونکہ یہ عربی اپنے مخصوص محاورے، خاص اسالیب، اور اپنا منفرد اندازِ بیان رکھتی ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک یہ لازم ہے کہ قرآنِ مجید کا ترجمہ کرنے والا اس کلاسیکی عربی پر عبور رکھتا ہو۔ یہ عربی زبان آج بھی ایک زندہ زبان ہے اور اسے بہت اعلیٰ سطح پر سیکھا جا سکتا ہے۔ اس زبان پر عبور حاصل کیے بغیر کوئی شخص بھی اسی اصول کے مطابق قرآن کا ترجمہ کرنے کا اہل قرار نہیں دیا جا سکتا، جس اصول کی بنا پر کوئی شخص کلاسیکی انگریزی جانے بغیر شیکسپیئر کو سمجھنے والا قرار نہیں دیا جا سکتا، خواہ وہ T-S-Eliot کی زبان پر پورا عبور رکھتا ہو۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لفظ ''مسلم'' کی وضاحت

سوال: قرانِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے اس میں ''مسلم'' کا لفظ پڑھا۔ اس کا مطلب میرے ذہن میں یہ تھا کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کا مطیع فرمان ہے۔ لیکن اس کے بارے میں میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا ''مسلم'' سے وہ سب لوگ مراد ہیں جو اس لفظ کا مصداق بنتے ہیں، خواہ وہ قرآنِ مجید کو مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں یا اس سے صرف امتِ مسلمہ ہی کے لوگ مراد ہیں؟

جواب: قرآن میں عام طور پر مسلم کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور لغوی طور پر اس کا مفہوم بالکل وہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ قرآنِ مجید سے یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ بالعموم اللہ کے نبیوں کے پیروکاروں نے اپنے لیے مسلم ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اس لفظ کے استعمال سے قرآنِ مجید

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, the articles of Ishraq and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

نے یہ بات سمجھادی کہ کامیابی کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہے یا دوسرے لفظوں میں اپنے آپ کو حق کے حوالے کر دینا ہے۔ لیکن قرآنِ مجید ہی میں یہ لفظ ایک اصطلاح کے طور پر ان لوگوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ اس طرح گویا قرآن نے یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اب حق کے آگے سرافگندگی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کے آخری پیغمبر پر بھی ایمان لایا جائے۔ مزید یہ کہ اب دنیوی لحاظ سے بہر حال ہم اسی کو ''مسلم'' کہیں گے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان رکھتا ہو۔

بائبل میں تحریف

سوال: کیا آپ ان آیات کی فہرست دے سکتے ہیں جو ہمیں واضح طور پر یہ بتاتی ہوں کہ یہود اور نصاریٰ نے کتابِ مقدس میں تحریف کر دی تھی؟

جواب: قرآنِ مجید نے تحریف کے حوالے سے یہود پر دو اعتراض کیے ہیں۔

پہلا یہ کہ انھوں نے تورات میں کہیں الفاظ کو تبدیل کر دیا، کہیں ان کا سیاق و سباق بدل دیا اور کہیں اس کے الفاظ کا مفہوم اور ان کی تعبیر بدل ڈالی۔

دوسرا یہ کہ انھوں نے اس آسمانی ہدایت کا ایک پورا حصہ گم کر دیا، جو انھیں دی گئی تھی۔

یہود پر یہ دونوں اعتراض کیے گئے ہیں لیکن نصاریٰ پر قرآن مجید نے ان میں سے صرف دوسرا اعتراض کیا ہے یعنی یہ کہ انھوں نے آسمانی ہدایت کا ایک حصہ گم کر دیا ہے۔

حوالہ کے لیے دیکھیں: البقرہ ۲: ۷۵، النساء ۴: ۴۶، المائدہ ۵: ۱۳، ۱۴، ۴۱۔

رمضان میں زن و شو کا تعلق

سوال: کیا آپ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۶ تا ۱۸۸ کا ترجمہ بھیج سکتے ہیں؟ نیز ان آیات کا مفہوم بھی واضح کر دیں۔ ان آیات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً رمضان کی راتوں میں بھی زن و شو کا تعلق ممنوع تھا، البتہ بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ کیا واقعۃً ایسا ہی ہوا تھا؟

جواب: جیسا کہ میں نے ان آیات کو سمجھا ہے اس کے مطابق رمضان میں روزے رکھنے کے بارے میں

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

پہلی وحی سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۳ تا ۱۸۴ ہے۔ ان آیت کا سادہ ترجمہ درج ذیل ہے:

''اے ایمان والو، تمھیں اسی طرح روزوں کا حکم دیا جا رہا ہے جیسے تم سے پہلوں کو دیا گیا تھا، تاکہ تم اللہ کے احکام کے مطابق جینا سیکھو۔ یہ (روزے) گنتی کے چند روز ہیں۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس سے جتنے روزے چھوٹ جائیں ان کی تعداد دوسرے دنوں میں پوری کر لے اور جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں ان کے لیے (روزے کا) فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ اور جو اپنی مرضی سے اس سے زیادہ دے دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہو گا۔ البتہ اگر تم سمجھو تو تمھارے لیے (تعداد پوری کرنے کے لیے) روزے رکھنا ہی بہتر ہے۔''

کچھ عرصہ کے بعد بقرہ کی آیات ۱۸۵ تا ۱۸۷ نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اس بات کی وجہ بتائی گئی کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ روزے کے بدلے میں فدیہ ادا کرنے کی اجازت منسوخ کر دی گئی۔ یہ لوگوں کی تربیت کے لیے عارضی طور پر دی گئی اجازت تھی کیونکہ فرض روزے ایک مشکل معاملہ تھے۔ اس کے علاوہ ان آیات میں رمضان کا تقدس برقرار رکھنے کے بارے میں کیے گئے سوالوں کا جواب دیا گیا۔

اس ضمن میں جو اصل واقعہ ہوا تھا وہ یہ تھا کہ جب رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا، تو لوگ اس مہینے کے تقدس کے بارے میں حد سے زیادہ محتاط ہو گئے۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ اس مہینے کی راتوں میں بھی بیویوں کے پاس جانے سے گریز ہی بہتر ہے۔ حالانکہ اس کا حکم نہ روزے کے بارے میں آنے والی پہلی وحی میں تھا نہ دوسری وحی میں۔ یہ صرف مسلمانوں کی طرف سے ایک انتہائی محتاط رویے کا اظہار تھا۔ چنانچہ اس کے بعد جب اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو وہ آیات نازل ہوئیں جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔

میرا خیال ہے اگر آپ اس وضاحت کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے ان آیات کو پڑھیں تو آپ کا وہ اشکال دور ہو جائے گا کہ ابتداً رمضان کے مہینے کی راتوں میں بھی بیویوں کے پاس جانا ممنوع تھا۔ مسلمانوں کا یہ رویہ خدا کی طرف سے روکے جانے کی بنا پر نہیں، بلکہ شدتِ احتیاط کی بنا پر تھا۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

اشراق

نعیم احمد بلوچ

احمد جاوید صاحب سے ایک مکالمہ

''ملاقات'' کے اس سلسلے کا مقصد قارئینِ ''اشراق'' کو اہم شخصیات کے خیالات سے انھی کی زبانی آگاہ کرنا اور دین پر غور و فکر کے دوسرے زاویوں سے باخبر رکھنا ہے تاکہ وہ کھلے ذہن کے ساتھ اور بغیر کسی تعصب کے مذہبی آرا کی صحت اور عدمِ صحت کے بارے میں فیصلہ کر سکیں۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ان شخصیات کے خیالات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ مدیر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

آپ کی رائے میں بدعت کیا چیز ہے؟

احمد جاوید صاحب نے کہا: ''ایک عامی کی حیثیت سے میرے دماغ میں تو فوری طور پر بدعت کی یہی تعریف آتی ہے کہ غیرِ دین کو شعوری اور عملی طور پر دین بنانا اور اس پر ایسا اصرار کرنا جیسا اصرار دین پر کیا جاتا ہے اور اس کو ماننے نہ ماننے اور کرنے نہ کرنے کے وہی نتائج فرض کرنا جو دین کو ماننے یا نہ ماننے اور کرنے یا نہ کرنے سے لازم آتے ہیں۔ تاہم فہم اور تعبیر کی غلطی اس تعریف سے خارج ہے۔''

طالب محسن صاحب معترض ہوئے: ''اس تعریف میں مجھے آپ کی طرف سے کچھ غیر ضروری تحفظات کا احتمال ہو رہا ہے اس لیے بہتر ہو گا کہ اسے مثال کے ذریعے سے سمجھا جائے۔''

انھوں نے اتفاق کیا تو طالب محسن صاحب نے ایک خاص مکتبِ فکر کی طرف سے اذان سے پہلے درود پڑھنے کے رائج عمل کو بطور مثال لیا اور کہا کہ درود پڑھنا یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلندیِ درجات کی دعا کرنا دین میں مطلوب ہے، اس لیے یہ ایک دینی عمل ہے۔ اب اس کے لیے نہ وقت مقرر ہے نہ مقدار، مگر پھر

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@almawrid.org. Currently this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

بھی جس طرح سے اسے ہمارے ہاں اذان سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اس کو بدعت ہی شمار کیا جاتا ہے۔'' مگر احمد جاوید صاحب اس عمل کو بدعت ماننے پر کچھ متامل نظر آئے تو ہم نے مداخلت کی اور ان سے پوچھا کہ کیا وہ اسے بدعت مانتے ہیں؟

ان کا جواب تھا: ''دراصل میں اسے غیر دینی اور غیر شرعی سمجھتے ہوئے بھی ان ٹھیٹھ معنوں میں بدعت کہنے میں متذبذب ہوں، جن کی رو سے یہ شعوری اور ارادی سطح پر ایک نیا دین یا کوئی دینی جز ایجاد کرنے کا عمل ہے۔ اس نوعیت کے عمل کو غیر مسنون سمجھنے کے باوجود اسے بدعت قرار دینے میں ہمیں احتیاط برتنی چاہیے۔''

طالب صاحب نے اس احتیاط کی حکمت دریافت کی تو انھوں نے وضاحت کی: ''یہ بات تو درست ہے کہ بدعت دینی عمل کے اجزا ہی سے ترتیب پاتی ہے اور اسی التباس سے تو اس کے دین ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کے غلط اعمال میں ایک درجے کا فرق ہے۔ یعنی ایک شخص دین میں جو چیز ملا رہا ہے وہ اپنی اصل کے اعتبار سے دین ہے جیسے زیر بحث مثال میں درود پڑھنا ایک خالصتاً دینی عمل ہے۔ اور پڑھنے والا اس کے جواز میں غلط طور پر سہی، لیکن دلیل دین ہی سے لا رہا ہے، اب یہ عمل وہ اپنی ضد، کم فہمی یا دینی تصور میں کجی کے سبب سے اختیار کیے ہوئے ہے۔ لیکن اس کے پیچھے اختراعِ دین یا تکمیلِ دین کا وہ داعیہ نظر نہیں آتا جو تمام بدعات کا محرک ہے اور باعتبارِ نوع جہل اور نافرمانی سے مختلف ہے۔ ہاں بدعت کو واضح کرنے کے لیے ایک دوسری مثال لائی جا سکتی ہے، جو بارہا میرے مشاہدے میں آئی ہے کہ ایک شخص روزانہ فجر کے وقت زور زور سے 'الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نور من نور اللہ' پڑھتا ہوا گلی کوچوں کے چکر لگاتا ہے اور پوچھنے پر یہ جواب دیتا ہے کہ میں تو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کر رہا ہوں۔ یہ بلاشبہ ایسا عمل ہے جس کا ارتکاب تو ممکن ہے کہ بربنائے جہل ہو لیکن اس کی تائید، تصدیق اور تحسین کی ہر صورت بدعت ہے کیونکہ یہاں استناد و احتجاج کے عمل میں وہ خفیف سی لچک بھی بروئے کار نہیں لائی جا سکتی جس کی بنیاد پر بعض دینی غلطیوں کو بھی کسی قدر تحفظ مل جاتا ہے۔ البتہ اذان سے پہلے درود شریف کو معمول بنا لینا، اپنی نوعیت کے اعتبار سے، گمراہی کی ایک ایسی قسم ہے جو اس قانونی استدلال کے قطعی غلط استعمال پر کھڑی ہے کہ شریعت میں جن اذکار کو غیر موقت رکھا گیا ہے، ان کے لیے کوئی وقت مخصوص کر لینا روا ہے۔ اب دیکھیں کہ یہ آزادی اگر ثابت بھی ہے تو بعض حدود، شرائط اور مصالح کے ساتھ۔ جن لوگوں نے

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

اس عمل کو اپنا شعار بنالیا ہے، انھوں نے رخصت اور اباحت کے شرعی تو کجا خلقی مفہوم کو بھی خبط کر کے رکھ دیا ہے۔ تاہم اس کے باوجود بعض احتمالات ایسے ہیں جو لاکھ بودے اور کمزور سہی مگر احتیاط کا تقاضا کرتے ہیں۔"

"احتیاط سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟"

"میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اس عمل کو معمول بنانے میں احتیاط کرنی چاہیے بلکہ احتیاط حکم لگانے میں ہے۔ اس لیے میں اسے بدعت نہیں بلکہ "دینی غلطی" کہوں گا اور اس عمل کو اختیار کرنے سے روکوں گا بھی اور خود بھی اس پر اظہارِ ناپسندیدگی کروں گا لیکن اس پر جہنم واجب کرنے والے عمل یعنی بدعت کا حکم نہیں لگاؤں گا۔"

طالب صاحب نے کہا کہ بدعت تو اسی وقت دین کا حلیہ بگاڑتی ہے جب وہ دین کی آڑ میں عمل کا حصہ بنتی ہے۔ اس پر احمد جاوید صاحب نے اپنا موقف دہرایا کہ بدعت کا حکم اپنی پوری شدت کے ساتھ وہیں لگے گا جہاں یہ فعل اپنی اصل کے اعتبار ہی سے دین نہ ہو۔ اپنے مدعا کو واضح کرنے کے لیے انھوں نے ایک دوسری مثال دی۔ کہنے لگے:

"ایک صاحب کا برسوں سے معمول تھا کہ روزانہ ایک گھنٹہ تلاوت اور ایک گھنٹہ مطالعۂ تفسیر میں صرف کرتے تھے۔ ایک دن ان کا جی ایسا اچاٹ ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا تو کیا کھولنا بھاری ہو گیا۔ ہفتہ عشرہ اسی پریشانی میں گزر گیا۔ ایک دن اسی کیفیت کا زور تھا کہ انھوں نے اضطراراً دیوانِ شمس تبریز اٹھالیا اور اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ شاعری کا ذوق اور مطالعہ رکھتے تھے لہٰذا سرسری نظر سے بھی بعض اشعار سے حظ اٹھایا اور تھوڑی دیر بعد انھیں طبیعت پر چھائی ہوئی بے کیفی اور بے زاری مدھم پڑتی محسوس ہوئی اور انھوں نے دیوان بند کیا اور قرآن کھول لیا۔ ابھی شاید تیسری چوتھی آیت ہی پر پہنچے تھے کہ انقباض بالکل ٹوٹ گیا اور انھیں ذہنی اور طبعی دونوں معنوں میں ایسا حال نصیب ہوا جس کا انھیں اس سے پہلے کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس کے بعد تو گویا انھوں نے عادت بنالی کہ جونہی قرآن کے حوالے سے کوئی روک محسوس ہوئی، دیوانِ شمس اٹھالیا۔ اب اس واقعے میں یہ طے ہے کہ یہ کام کوئی دینی فریضہ سمجھ کر نہیں، محض اپنی طبیعت کے علاج کی خاطر کرتے تھے، لیکن اس سے انھیں جو فائدہ حاصل ہوتا تھا، وہ ظاہر ہے کہ دینی ہی تھا۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ کیا ان کے اس معمول کو بدعت کہا جا سکتا ہے؟"

احمد جاوید صاحب نے یہ سوال طالب محسن صاحب کو مخاطب کر کے کیا تھا۔ وہ کہنے لگے: "اصل میں یہاں قباحت یہ ہے کہ آپ ایک غیر دینی فعل کو دینی فعل کے ساتھ متعلق کر رہے ہیں یہ صحیح ہے کہ متذکرہ شخص

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

نے جب شاعری کی ایک کتاب پڑھی تو اس کی طبیعت کا انقباض دور ہو گیا لیکن کیا اس کا کوئی امکان نہیں کہ اس شخص کے متاثرین، شاگرد یا دوست احباب اس غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ قرآنِ مجید کی تلاوت میں حلاوت حاصل کرنے کا تیر بہدف نسخہ یہی ہے کہ پہلے شمس تبریز کے دیوان کی تلاوت کی جائے۔ یوں آپ غیر دین کو دین بنانے کا راستہ کھول دیں گے۔ اور یہ سارا کام اس غلط فہمی کا نتیجہ ہو گا کہ آپ کو متذکرہ کام سے دینی فائدہ ہوا۔''

احمد جاوید صاحب گویا ہوئے: ''آپ نے جس مصلحت کی بنا پر سوال اٹھایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ میں اس احتیاط کی قدر کرتا ہوں اور اس مصلحت کو اختیار کرنے میں کوئی غلطی نہیں پاتا، مگر یہ ضرور کہوں گا کہ اس رویے سے 'Vision' کی تنگی ظاہر ہوتی ہے۔ انسانی طبیعت میں اپنے فائدے کے حصول کے بعض ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے جو تشکر کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر اس احساس کو 'kill' کر دے گا۔ اگرچہ یہ نقطۂ نظر دین کی ایک علمی تعبیر میں یا بعض دعوتی مصلحتوں میں تو کارآمد ہے اور اس میں کوئی دینی یا منطقی کجی بھی نہیں لیکن تزکیہ کے پہلو سے اس میں جو قباحت ہے وہ اپنی جگہ موجود ہے۔''

طالب صاحب نے احمد جاوید صاحب کے اس تجزیے کی تحسین کی اور مداخلت کی معذرت چاہتے ہوئے کہا: ''بات دراصل یہ ہے کہ جس چیز کو آپ ''تنگی'' کا نام دے رہے ہیں اس کی بنیاد صحاح کی وہ حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی طرف سفر کو باعثِ ثواب قرار دیا اور اس کے سوا کسی دوسری مسجد کو یہ حیثیت نہیں دی۔ حضور کے اس ارشاد کی حکمت اس کے سوا اور کیا ہے کہ حضور کسی بھی چیز کے دینی حیثیت اختیار کرنے کے معاملے میں حد درجہ محتاط ہیں۔''

''احمد جاوید صاحب کہنے لگے: ''یہ درست ہے کہ دین کو غیرِ دین سے ممتاز رکھنا دین کا مطالبہ ہے لیکن اس کی تعمیل میں بہت دور افتادہ امکانات کو بروے کار لا کر ان کی بنیاد پر فیصلے کرنا بھی کوئی درست روش نہیں۔ اور جہاں تک صحاح کی حدیث کا تعلق ہے تو اس کی جو توجیہ اور تاویل آپ کر رہے ہیں، وہ درست نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں جو حکم دیا جا رہا ہے، وہ صرف اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی اور کے لیے کجاوے نہ کسنا۔ اس سے آگے کا جو حکم آپ متعین کر رہے ہیں، وہ آپ کی اپنی تاویل ہے اور اس تاویل کے سوا بھی اس کی تاویلات ممکن ہیں۔ اور جب مرادِ قائل کو متعین کرنے میں مختلف احتمالات ہوں تو کسی ایک کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔''

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

گفتگو کو موضوع زیرِ بحث تک محدود رکھنے کے لیے ہم نے مداخلت کی اور احمد جاوید صاحب کی دی ہوئی مثال پر یہ سوال ان کے سامنے رکھا کہ قرآنِ مجید پڑھنے سے پہلے شمس تبریز کے دیوان کے پڑھنے کو کن معنوں میں ایک مثبت عمل قرار دیا جائے؟

"مثبت عمل کی کئی جہتیں ہو سکتی ہیں۔ یہاں اس کی اخلاقی حیثیت مراد ہے۔ تشکر والی مثبت حیثیت۔ جیسے میں اگر وضو نہیں کر پا رہا اور آپ نے مجھے وضو کرا دیا تو آپ کے لیے میرے اندر ایک تشکر کا جذبہ پیدا ہو گا۔ چنانچہ انسانی جذبے اور احساس کے حوالے سے اس کی ایک توقیر لازمی ہو گی اور یہ دینی فضیلت اور اہمیت کے معنوں میں ہرگز نہیں ہو گی۔ لہٰذا کسی اتفاقی یا اختیاری عمل کے ساتھ اس کو عموم میں داخل کیے بغیر اگر کوئی شخص اسے کوئی اہمیت دے رہا ہے تو وہ دینی ہرگز نہیں بلکہ اس کی حیثیت اخلاقی ہو گی، انسانی ہو گی یا اس کو کوئی اور نام دیا جا سکتا ہے...."

اس موضوع پر احمد جاوید صاحب کا نقطۂ نظر آ جانے کے بعد ہم نے موضوع کو بدلتے ہوئے سوال کیا:

"آپ نے پچھلی نشست میں کشف کی جو تعریف کی تھی، کیا وہ اہلِ تصوف کی نمائندہ تعریف ہے یا اسے آپ کی ذاتی رائے سمجھنا چاہیے؟"

"اسے آپ ایک گروپ کی نمائندہ تعریف کہہ سکتے ہیں، میرے خیال میں مولانا اشرف علی تھانوی اسے یا اس سے ملتی جلتی چیزوں کو کشف کہتے ہیں۔"

بلال صاحب نے مزید واضح ہونے کے لیے کہا: "شاعر لوگ بھی اسی طرح کی ایک بات کرتے ہیں یعنی 'آمد'۔ اس طرح آپ کی تعریف اس اصطلاح سے خاصی ملتی جلتی نہیں؟

"بھائی! میں بہت گاڑھی باتیں کرنے سے بچ رہا ہوں لیکن آپ حضرات بچنے نہیں دے رہے۔ آپ کے اس سوال سے ایک اور مبحث کھل جائے گا کہ علم کیا ہے؟ اس مسئلے کی ایک لمبی تفصیل ہے، اس میں جائے بغیر سرِ دست دو ایک سامنے کی باتیں عرض کروں گا۔ علم کے دو کام بہت اساسی ہیں: معلوم کی 'Principial categorization' اور یقین کا حصول اور اس حصول میں توسیع و تنظیم —— معلوم چاہے تصور کے مرحلے میں ہو یا تصدیق کی منزل پر، دو اصولوں پر قائم ہے، کبھی کسی ایک پر اور کبھی دونوں پر —— وہ اصول ہیں: حق اور جمال، معنی اور صورت، باطن اور ظاہر، حقیقت اور مظہر، معقول اور محسوس وغیرہ وغیرہ۔ علم دراصل معلوم کی یہی اصولی درجہ بندی کرنے اور پھر متعلقہ درجے کو یقین کا موضوع بنانے سے عبارت ہے۔ علم کا یہ

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

وظیفہ، اگر ذہنی عمل تک محدود رہے، تو دو طریقوں سے انجام پاتا ہے: بالواسطۂ فکر اور بلاواسطۂ فکر —— یعنی دماغ کو حرکت دے کر اور دماغ کو حرکت دیے بغیر۔ علم کے جتنے بھی ڈسپلن ہیں، خواہ عقلی ہوں یا غیر عقلی، ان دو طریقوں پر متفق ہیں اور خاص کر علم بلاواسطۂ فکر کی 'Validity' ورنہ کم از کم 'Actuality' سے کسی کو انکار نہیں۔ فلسفے کو وجدان، منطق کا حدس، شاعری کی آمد، طبیعیات کا اکتشاف، تصوف کا کشف وغیرہ اسی قبیل سے ہیں۔ اس نوعِ علم کے حاصلات خواہ معنوی ہوں یا جمالیاتی، عموماً مستقل نہیں ہوتے بلکہ ضمنی اور توضیحی ہوتے ہیں۔ یعنی یہ خود اصل نہیں ہوتے بلکہ کسی اصل سے متعلق ہوتے ہیں۔ یوں کہہ لیں کہ یہ تخیلِ صورت اور فہمِ معنی کے تخلیقی Process کے نتائج ہیں، جن میں اکثر جمال کا غلبہ ہوتا ہے اور ان کی صحت و عدمِ صحت کا پیمانہ قدرے مختلف ہے۔ جیسے آپ نے آمدِ شعر کا حوالہ دیا۔ شاعری میں آمد کا مطلب ہے: کسی قصد اور کوشش کے بغیر مضمون کا ڈھلی ڈھلائی اور ترشی ترشائی حالت میں یک لخت وارد ہو جانا۔ مضمون کسے کہتے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ بتائیں کہ فنِ شعر میں مضمون آفرینی اور معنی آفرینی کی جو دو اصطلاحیں مستعمل ہیں، ان میں فرق کیا ہے؟ کئی فرق ہیں، مثلاً: مضمون کی تشکیل پورے شعر سے ہوتی ہے جبکہ معنی کی لفظ سے، مضمون میں افعال کی حیثیت مرکزی ہوتی ہے، اور معنی میں اسما کی، معنی اصل پر دلالت کرتا ہے اور مضمون تعلق بالاصل پر —— جس طرح مضمون، معنی کے کسی جز یا اس کی کسی نسبت کی صورت گری کرتا ہے، کشف کا بھی یہی معاملہ ہے۔ یہ اس کامل بیان کی کسی جہت کا ظہور ہے جو منطوق و مفہوم کی عمومی اور لازمی نسبت میں جتنی موجود ہے، اتنی ظاہر نہیں۔ دراصل میں اس سوال کو ایک ضمنی سوال سمجھ رہا تھا، لیکن اگر آپ اس سوال کو اس توجہ کا مستحق سمجھتے ہیں کہ اس پر جم کر گفتگو کی جائے تو میں حاضر ہوں۔''

''ہم نے یہ گزارش کی تھی کہ کشف کی اہلِ تصوف کے ہاں ایک خاص اہمیت ہے اور ہم اسی پس منظر میں یہ سوال پوچھ رہے ہیں؟'' تب احمد جاوید صاحب دوبارہ گویا ہوئے:

''کشف کی چند موٹی موٹی قسمیں ہیں۔ مثلاً آپ کیا سوچ رہے ہیں، کل آپ بالکل تنہائی میں بیٹھ کر کسی کتاب کی کون سی عبارت پڑھ رہے تھے، اگلے ماہ کی فلاں تاریخ کو فلاں وقت، فلاں مقام پر آپ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا۔ یہ ہوئی ایک قسم۔ اصطلاح میں انھیں کشفِ کونی، کشفِ خواطر وغیرہ کہتے ہیں۔ کشف کی یہ ساری صورتیں تصوف کے تقریباً ان سارے حلقوں میں، جنھیں جائز طور پر صوفیہ کی نمائندگی کا حق دیا جاتا ہے، ناقابلِ اعتنا اور بے وقعت سمجھی جاتی ہے۔ اور وہ کشف، جس کی صوفیہ کے ہاں اہمیت اور وقعت ہے اسے

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

کشفِ حقائق، کشفِ معانی کہتے ہیں۔ اسے وجدان بھی کہہ سکتے ہیں۔''

ہم نے دریافت کیا کہ یہ کشفِ حقائق، کشفِ معانی یا وجدان ایک ہی معنی میں ہیں؟

''دیکھیے، دو لفظ کبھی ہم معنی نہیں ہوتے، وہ کسی نہ کسی پہلو سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ میں نے انھیں محض اپنی نوع اور قبیل میں ایک ہونے کے سبب سے اکٹھا کیا ہے اور اس طرح کے کشف کی صوفیہ کے ہاں ایک خاص وقعت اور اہمیت ہے۔

اس جملۂ معترضہ کے بعد احمد جاوید صاحب اپنی بات کی وضاحت جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے: ''اب اگر ہم انسان کے اس 'Process' کا تجزیہ کریں، جس سے چیزیں اس کے علم میں آتی ہیں تو اس میں اس طرح کا کشف قابل اثبات ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عقل کی 'Functioning' میں دو چیزیں زیادہ کارفرما رہتی ہیں یعنی فہم اور استدلال۔ اب فہم اور استدلال بھی عقل کی طرح دو جہتیں رکھتے ہیں۔ ایک ارادی اور شعوری دوسری اضطراری اور لاشعوری۔ اور عقل جب موخر الذکر ذریعہ میں جا کر ایسا کام سرانجام دیتی ہے تو اس ضمن میں اس کے حاصلات کا بڑا حصہ اسی کشف سے متعلق ہے۔''

''آپ کی اس وضاحت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی بات کا اچانک سوجھ جانا یا جسے عام الفاظ میں چھٹی حس کی اطلاع کہتے ہیں، اسی کو کشف قرار دے رہے ہیں۔ کیا اس طرح سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کی 'Functioning' کو ارادی یا شعوری بنایا جا سکتا ہے؟ یعنی آپ نے جب چاہا، آپ کو کوئی بات سوجھ گئی یا آپ کی چھٹی حس نے کوئی اطلاع دے دی؟''

''نہیں، ہم جس کشف کی یہاں بات کر رہے ہیں، وہ چاہے صوفیہ کے ہاں ہو یا علمِ نفسیات میں ہو، اسے ارادی یا شعوری نہیں بنایا جا سکتا۔''

احمد جاوید صاحب کے اس انکشاف پر ہم نے حیرت کا اظہار کیا اور ایک مرتبہ پھر ان سے تصدیق چاہی کہ تصوف کے قابل اعتنا حلقے میں اس کی یہی تعریف ہے۔ انھوں نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ البتہ اپنی بات کی وضاحت میں وہ کہنے لگے:

''دوسرے یہ کہ عقل اپنے غیر اختیاری اور بالکل 'Sudden' حاصلات پر، جن کو ہم نے کشف کا نام دیا، ایک نظامِ استدلال قائم کرتی ہے اور اسے ''اعتبار'' کا نام دیا جاتا ہے۔ اور اکثر صوفیانہ علوم و معارف میں علم کا حصول اسی طریقے سے کیا جاتا ہے۔''

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

احمد جاوید صاحب کے اس جواب نے طالب محسن صاحب کی حیرت کو بھی دوچند کر دیا تھا، وہ بھی بے یقینی کا شکار نظر آئے اور کہنے لگے:

"دراصل جس چیز کو آپ نے کشف قرار دیا ہے، یہ تو عام آدمی کو بھی حاصل ہے، اس کے لیے صوفی یا غیر صوفی تو کیا مسلم یا غیر مسلم کی بھی کوئی تفریق نہیں، لیکن ہم جس کشف کی بات کر رہے ہیں وہ تو ایک خاص مقام ہے جو صوفیہ کے حلقے میں بڑی ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے اور جس کا تصوف کے حلقے میں بہت مقام ہے...."

احمد جاوید صاحب کہنے لگے: "میں تو اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کا پابند ہوں اور جن چیزوں کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے، مجھے ان کو قبول کرنے میں تامل بھی ہے اور ان سے ایک وحشت بھی ہے تاہم کشف کے بارے میں میرے معروضات کو جس طرح آپ نے 'fix' کیا ہے، اس میں کچھ عجلت اور سادہ لوحی کارفرما ہے۔ انسانی استعداد، عام اور مشترک ہی ہوتی ہے۔ تخصیص اور امتیاز کے مظاہر بعد میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک عامی اور صوفی میں کشف کی استعداد اور امکان تو مشترک ہو سکتا ہے مگر کشف کا درجہ اور اس کا بالفعل وقوع ایک بالکل الگ چیز ہے۔ ورنہ تو ہر ملاے مکتبی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میری کھوپڑی میں وہی بھیجا ہے جو رازی اور غزالی کے پاس تھا۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ پہلے کشف کے بارے میں اپنا ذہن صاف کریں ورنہ جرح بھی بے معنی رہے گی اور تائید بھی۔ یہ یقیناً ایک ذریعۂ علم ہے جو ہر طرح کے دینی دنیوی علم میں اپنا ایک کردار رکھتا ہے۔ اس کی صداقت یعنی واقعیت میں نزاع لایعنی ہے، کلام اس کی حجیت میں ہے، اس کی صحت و عدمِ صحت میں ہے۔ مطلب یہ کہ کشف اپنی جگہ ایک مستقل حجت ہے اور علم بالوحی کی طرح واجب التسلیم ہے یا اس کے صحیح و غلط کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی خارج میں موجود ہے؟ صوفیانہ لٹریچر میں اس سوال کا جواب ڈھونڈنا چاہیے، پھر کسی حتمی موقف تک پہنچنا ٹھیک بھی ہوگا اور مبنی بر دیانت بھی۔

سخن شناس نہ ای دلبرا خطا اینجا است۔"

ہم نے ان کی اس وضاحت کے بعد کسی بحث میں پڑنے کے بجائے اس موضوع سے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا اور پوچھا:

"تصوف اور وحدت الوجود کم و بیش لازم و ملزوم سمجھے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟"

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

احمد جاوید صاحب گویا ہوئے: میں نہیں سمجھتا کہ وحدت الوجود اور تصوف ہم معنی ہیں یا لازم و ملزوم،

دراصل ایک دور میں تصوف کے اندر کچھ فلسفی مزاج کے لوگ آ گئے۔ ان کا تصوف کے اس پہلو سے کوئی تعلق نہیں تھا، جس کے لیے یہ وجود میں آیا تھا، یعنی تزکیۂ نفس۔ اس لیے اس فلسفے کا تصوف کے اصل مقصد سے کوئی علاقہ نہیں۔''

''علمی حوالے سے بطور فلسفہ، اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟''

''بحیثیتِ فلسفہ یہ ایک ''مضبوط فلسفہ'' ہے۔ اس کا استدلال بہت مضبوط ہے اور دینی نقطۂ نظر سے اس سے زیادہ مضر اور ہولناک چیز کوئی نہیں۔''

احمد جاوید صاحب کے اس تبصرے کے بعد کچھ لمحوں کے لیے بالکل خاموشی چھا گئی۔ میری زبان سے سوائے ''بہت اچھے!'' کے اور کوئی الفاظ نہ نکل سکے۔ طالب محسن صاحب نے سکوت توڑا اور کہا: آپ نے یہ بات بڑی آسانی سے کہہ دی، دراں حالیکہ آپ صوفی ہیں اور مسندِ ارشاد پر بھی فائز ہیں!''

وہ بڑی عاجزی سے بولے: ''مگر میں تو اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا۔''

''مگر ہم تو آپ کو اس قابل سمجھ کر اس مسند پر بٹھا چکے ہیں۔'' بلال صاحب کے اس تبصرے پر ایک قہقہہ ہو گیا اور احمد جاوید صاحب نے اس صورتِ حال پر داغ کا یہ شعر پڑھا:

نہ تھا وہ بے وفا تو پھر بھی تھا آغوشِ دشمن میں
ہماری بدگمانی نے اسے برسوں وہیں رکھا

طالب صاحب کہنے لگے: ''اصل میں تصوف میں سلوک کی منزلیں، عرفان کا حصول، یہ سب کچھ وحدت الوجود ہی کے فلسفے سے تو ممکن ہیں۔ اگر اسے نکال دیا جائے تو باقی کیا رہ جائے گا؟''

''یہ تو ہم ابھی تجزیہ کیے دیتے ہیں کہ باقی کیا رہ جاتا ہے، مگر پہلے اس حقیقت کو جان لینا چاہیے کہ وحدت الوجود بطور ایک روحانی تقاضے کے اور وحدت الوجود بطور ایک عقلی قضیے کے، دو مختلف چیزیں ہیں۔ اگر انھیں علیحدہ علیحدہ رکھا جائے تو کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہوتی مگر اسے ملحوظ نہ رکھا جائے اور وحدت الوجود کے حالی تقاضے کو حقیقت سمجھ لیا جائے اور اس کے حصول کی کوشش کی جائے تو پھر نتائج بڑے ہولناک مرتب ہوتے ہیں۔ صوفیانہ لٹریچر کے بڑے نمونوں میں وحدت الوجود کی علمی جہت پر اصرار غالب ہے، اور حالی جہت پر کہیں تو اصرار ہے ہی نہیں اور جہاں ہے وہاں بڑے حدود و قیود کے ساتھ ہے۔ جہاں یہ بطور فلسفہ آیا ہے وہاں اس کو دلائل و براہین کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ وہاں اس کا ٹارگٹ عرفان ہے۔ اور جہاں اس کی حالی جہت زیرِ بحث آئی ہے

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal and its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

وہاں سالک کی سب سے بڑی تمنا وصل کو قرار دیا گیا ہے۔ یعنی علمی نہج میں تصوف کا مقصد عرفان ہے اور حالی پہلو میں اس کی منزل وصل ہے۔ اب صوفیانہ لٹریچر میں جتنا زور عرفان پر ہے، اتنا وصل پر نہیں اور جہاں وصل کو منزل قرار دیا گیا ہے وہاں وحدت الوجود کے موجودہ مروجہ فلسفے کی بناڈلی ہے، یعنی وحدت الوجود بطور ایک حال کے، جس کا منتہا وصلِ باری تعالیٰ ہے، اللہ کی ذات میں فنا ہو جانا ہے اور اس سطحِ وجودیت کو 'Experience' کرنا ہے جو سطحِ وجودیتِ باری تعالیٰ کی ہے۔ یہی وحدت الوجود کا متداول اور مروجہ مفہوم ہے جو قائلین میں بھی ہے اور ناقدین میں بھی ہے اور یہ دونوں غلط ہیں۔

آپ نے ابھی کہا کہ وحدت الوجود قابل ذکر صوفیہ کے ہاں محض ایک علمی موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اس اجمال کی تفصیل میں جانا پسند کریں گے؟''

''وہ صوفی جو وحدت الوجود کے ساتھ غلو کے ساتھ وابستہ ہیں، ان کے موقف پر اعتدال پر قائم صوفیوں کا موقف جاننے کے لیے میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ ایک صوفی عبد الرحمان لکھنوی نے ''کلمۃ الحق'' نامی کتاب لکھی۔ اس میں کلمۂ طیبہ کا ایک خاص مفہوم اور اس کی تشریح بیان کی گئی ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا کہ 'لا الہ الا اللہ' کے اس کے سوا کوئی معنی ہی نہیں کہ 'لا موجود الا اللہ'۔ اور جو کوئی اس کو نہیں مانتا وہ گویا نعوذ باللہ ایک کلمۂ خبیثہ پر یقین رکھتا ہے۔ یہ خاصی ضخیم کتاب ہے اور بہت 'Masterly written' ہے۔ اس کتاب کی علمی سطح اس قدر بلند ہے کہ عام علما کا اس کو سمجھنا محال ہے۔ اس کے جواب میں پیر مہر علی شاہ نے ''مراۃ الحق'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ پیر صاحب خود بھی وحدت الوجود کو ماننے والے ہیں اور ان کی رائے میں بھی کلمۂ طیبہ کا انتہائی مطلب یہی ہے کہ 'لا موجود الا اللہ'۔ اس سب کے باوجود وہ کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں کلمۂ طیبہ کے ان معنوں کو عقیدہ نہیں بنایا جا سکتا۔ گویا وحدت الوجود کی کوئی دینی 'Worth' نہیں اور یہ اپنی تفصیل میں بہت سارے لاینحل دینی مسائل پیدا کرتا ہے بلکہ دین کے تمام بنیادی احکام اس فلسفے کو مان لینے کے بعد یا تو واضح نہیں رہتے یا بے معنی ہو جاتے ہیں، اس لیے مولانا اشرف علی تھانوی نے بجا طور پر لکھا ہے کہ یہ ایک کلامی مسئلہ ہے اور اس کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔ اب بطور ایک تخیل اور تعقل کے وحدت الوجود ہزار ہا سال سے یکساں دلائل کے ساتھ موجود ہے۔ اور یہ انسانی تخیل کا ایک بڑا شاہکار ہے۔ اگر ہم محض عقل پر تکیہ کر کے آگے بڑھیں تو دو نتائج کو 'Face' کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ایک ہے وحدت الوجود اور دوسرا جبر۔''

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

''دراصل ہم اس وقت وحدت الوجود کو علمی پہلو سے نہیں، بلکہ دینی پہلو سے دیکھ رہے ہیں اور بڑے بڑے صوفیہ نے اسے دینی پہلوؤں سے تسلیم کیا ہے لیکن آپ کا کہنا ہے کہ بڑے بڑے صوفیہ نے اسے محض کلامی اور فلسفے کے مسئلے کے طور پر لیا ہے؟''

ہمارے اس سوال پر معترض ہوتے ہوئے احمد جاوید صاحب کہنے لگے: ''میں نے شاید یہ نہیں کہا ہو گا کہ انھوں نے اسے فلسفے کے طور پر لیا ہے، بلکہ میں نے اس فلسفے پر اپنی رائے دی تھی اور اگر آپ مجھ سے ان کی بات کی تاویل کرنے کے لیے کہتے ہیں تو یہ میرا منصب نہیں، میں نے تو اس فلسفے پر اپنی رائے بیان کر دی تھی کہ یہ میرے نزدیک دین میں پھیلائی جانے والی بدترین گمراہیوں میں سے ایک ہے۔''

آپ کے مطالعے میں محترم جاوید احمد صاحب غامدی کا وہ مضمون یقیناً آیا ہو گا جو انھوں نے ''اسلام اور تصوف'' کے نام سے ''اشراق'' میں لکھا۔ اس میں انھوں نے اکابر صوفیہ کے ساتھ جو افکار منسوب کیے ہیں، کیا وہ درست ہیں؟ یعنی ان کا موقف انھوں نے صحیح بیان کیا ہے؟''

''جو عبارتیں انھوں نے اس مضمون میں بیان کی ہیں، ان کا مفہوم انھوں نے دیانت داری سے زیادہ تر صحیح متعین کیا ہے اور یہ بات میں زور دے کر کہہ رہا ہوں کہ اس مضمون میں بیان کی گئی عبارتوں کا مفہوم....''

''اور سیاق و سباق کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟''

''ایک چیز میں اس میں نہیں دیکھ سکا یا میں نہیں دیکھ سکتا وہ ہے فتوحات کا حوالہ۔ ایک صاحب جو کہ فتوحات (ابنِ عربی کی فتوحاتِ مکیہ) پڑھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ فتوحات کا حوالہ صحیح نہیں ہے۔ یعنی سیاق و سباق کے اعتبار سے نہ کہ مفہوم کے اعتبار سے۔ اس کا بارِ ثبوت انھی پر ہے۔ کیونکہ یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ اسی طرح ''عبقات'' کی وجۂ تصنیف اور اس کا نظام المعارف شاہ اسماعیل شہید نے کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا ہے، اگر غامدی صاحب اس مقدمے کو بھی اس انتقاد میں شامل کر دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اس مقدمے میں شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ اس کتاب کے مباحث کیونکہ شرعی نہیں، اس لیے دلائل بھی شرعی نہیں ہوں گے۔ اس طرح کی بات انھوں نے اپنے مقدمے میں لکھی تھی، میں نے کیونکہ برسوں پہلے اسے پڑھا تھا اس لیے مجھے ٹھیک طرح سے یاد نہیں۔ اس میں انھوں نے کشفِ حقائق کو ایک فن بنا کر اس کے اصول دریافت کیے ہیں۔ اگر غامدی صاحب ''عبقات'' کے اقتباس کے ساتھ اس بات کو بھی نقل کر دیتے تو اس میں موجود شدت شاید کچھ کم ہو جاتی۔''

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ہمارا اگلا سوال تھا: ''اسی مضمون میں انھوں نے صوفیہ کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ توحید کے تین درجے مانتے ہیں ایک عوام الناس کی توحید، دوسری خواص کی توحید اور تیسری اخص الخواص کی توحید۔ اس پر انھوں نے تنقید کی ہے کہ قرآن کے نزدیک توحید وہی ہے جس کو عوام کی توحید کہتے ہیں۔ غامدی صاحب کی اس تنقید کو آپ درست سمجھتے ہیں؟''

''تنقید کو درست سمجھتا ہوں، فتوے کو نہیں۔ ''منازل السائرین'' میں نفسِ توحید کے نہیں بلکہ اہلِ توحید کے تین درجے بتائے گئے ہیں۔ اور یہ فطری بات ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض چیزیں ایک خاص زمانے میں ایک خاص تعلیم کے پس منظر میں بالکل واضح معنی، واضح امتیاز اور تحدید رکھتی ہیں، جب وہ زمانہ گزر جاتا ہے اور فہم کے اسالیب بدل جاتے ہیں تو وہی چیزیں جب دوسرے زمانے میں اپنے الفاظ کے ساتھ منتقل ہوتی ہیں تو ان میں وہ تحدید اور امتیاز ممکن ہے، غائب ہو جائے، اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے الفاظ تو موجود ہوتے ہیں لیکن وہ تحدید اور روح موجود نہیں ہوتی۔ شعر و ادب سمیت تمام انسانی کلام میں ایسا ہی ہوتا ہے اور اصطلاحات میں تو یہ بہت زیادہ ہے۔ اب توحید اتنی اہم چیز ہے کہ اس سے اہم چیز ہو نہیں سکتی۔ اس کی اسی اہمیت کی وجہ سے کچھ خاص استعداد اور صلاحیت رکھنے والے لوگ اپنی شدتِ وابستگی کے باعث توحید میں ایک درجہ بندی یا کچھ مراتب کی دریافت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یہ ایک خاص طرح کا مزاج اور افتادِ طبع ہے۔ لیکن میری رائے میں اس کا وہی مفہوم لیا جانا چاہیے جو قاری اور مخاطب اخذ کرتا ہے۔ اب اگر ہمارے دینی ذہن کے اسالیبِ فہم ہمارے ذہنی انحطاط یا کسی اور تبدیلی کی وجہ سے اس کو ایک مرحلے میں قبول نہ کریں تو ہمیں مرادِ قائل کو متعین کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس پورے کے پورے 'Set' کو رد کر دینا چاہیے۔ ہماری دلچسپی اس سے نہیں ہونی چاہیے کہ شیخ عبد اللہ انصاری بہت بڑے آدمی اور عالم تھے اور انھوں نے جو لکھا ہے اس سے مراد غالباً یہ اور یہ ہو گی۔ اس سے تاویل کے دروازے کھل جائیں گے اور میرے خیال میں یہ 'Approach' اپنے نتائج کے اعتبار سے غلط ثابت ہو چکی ہے۔ یعنی اب یہ وہم یا قیاس نہیں بلکہ اس کا تاریخ میں ثبوت ملتا ہے۔ اب ہمیں یہ چاہیے کہ مرادِ قائل بذریعہ تاویل متعین کرنے کے بجائے مجرّد اصطلاح اور بیان سے جو مفہوم ذہن میں صحت مند حالت میں مرتب ہوتا ہے اسے تسلیم کیا جائے اور اس نوع کے کلمات پر کوئی انتہائی حکم لگانے سے گریز کرنا چاہیے جو ایک خاص علمی، فنی اور ذہنی تناظر میں ایک زندہ اور مثبت معنویت رکھتے تھے اور جن سے تعلق باللہ کی 'Structural' جہت یعنی دین داری کے ان مختلف مراتب کا اظہار ہوتا تھا جن سے منقطع ہو کر دین و ایمان کے

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including online), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

وہ تضاضے پورے نہیں ہو سکتے جنھیں اپنی تکمیل کے لیے انسانی کلیت درکار ہے ـــــ پورا دماغ، پورا دل، پورا وجود اور ان کی باہمی ترکیب سے تشکیل پانے والا پورا پن، جس کی گہرائی اور پھیلاؤ کو محض ایک قانونی ذہن سے نہیں ناپا جا سکتا۔ یہ بے چارا تو خود اپنے موضوع اور مقصود یعنی کامل تسلیم اور مکمل اتباع کا بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔ بہر حال

فقیہِ شہر کی تحقیر! کیا مجال مری
مگر یہ بات کہ میں چاہتا ہوں دل کی کشاد

ہم نے ایک دوسرے پہلو سے سوال کیا: ''یہ بات تو واضح ہے کہ ہمارے ہاں تصوف کا ایک بڑا طبقہ وحدت الوجود کے فلسفے کو مانتا ہے....''

احمد جاوید صاحب اپنے نقطۂ نظر کے حوالے سے ہماری تصحیح کرتے ہوئے کہنے لگے: ''مجھے تاریخی حقیقت کے اعتبار سے اس پر اعتراض ہے کہ تصوف کا بڑا طبقہ وحدت الوجود کا قائل ہے....''

''چلیں یوں کہہ لیں کہ تصوف کا ایسا طبقہ جسے عوام میں بہت زیادہ پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہے....''

''ہاں یہ بات صحیح ہے''

ان کے اتفاق کے بعد ہم نے اپنا سوال مکمل کیا: ''اور دوسری طرف وحدت الوجود کو آپ ایک ہولناک اور گمراہ ترین فلسفہ سمجھتے ہیں۔ ایسے نقطۂ نظر کو غامدی صاحب نے اپنے متذکرہ مضمون میں ہدفِ تنقید بنایا اور اسلام کے مقابلے میں اسے ایک متوازی اور غیر دینی قرار دے کر رد کیا، کیا آپ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟''

''بالکل، میں اس کا قائل ہوں اور اس رد کو دینی ضرورت سمجھتا ہوں۔''

''اگلا سوال طالب محسن صاحب نے کیا: ''آج کل وسیع المشربی کے نام سے، جو دراصل وحدت الوجود کے نظریے کا نتیجہ ہے، یہ بات بعض مذہبی حلقوں میں دیکھنے میں آ رہی ہے کہ نجات کے کئی راستے ہو سکتے ہیں اور جو دین بھی دنیا میں آیا ہے وہ نجات ہی کے لیے آیا ہے اس لیے کسی ایک خاص دین پر ایمان لانے کا اصرار درست نہیں۔ یعنی وحدت الادیان کا بڑا غلغلہ ہو رہا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

''آپ نے یہ سوال کر کے بہت اچھا کیا، اس نقطۂ نظر کی وجہ سے تصوف کے صحیح نمائندوں کو خاصا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ میری رائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کو

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format including on any website, please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ذریعۂ نجات ماننا پورے اسم کا انکار ہے۔ کوئی شخص اسلام سے دست بردار ہوئے بغیر یہ عقیدہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ مغرب میں خاص طور پر تصوف کے نام پر ایک بڑا حلقہ ہے جہاں لوگ بیک وقت مسلمان بھی ہیں اور عیسائی وغیرہ بھی۔ میری رائے میں یہ پورے کے پورے دین کا انکار ہے اور قادیانیوں سے بڑھ کر ختمِ نبوت کا انکار ہے اور قرآن کے 'حجة من بعد الرسل' ہونے کا بھی انکار ہے۔ مختصراً یہ نقطۂ نظر انتہائی معنوں میں انکار اسلام پر منتج ہو گا۔ ہاں اجازت ہو تو ایک آدھ بات ان لوگوں کی اصطلاحات میں بھی کر لوں۔ یہ لوگ دراصل تصوف کے نہیں بلکہ 'Esoterism' کے نمائندے ہیں۔ 'Esoterism' کا مطلب ہے حقیقت الحقائق کی اصلی اور باطنی وحدت کی معرفت جو کثرتِ ظہور کو بھی برحق مانتی ہے مگر اس سے ماورا ہو کر۔ ایک 'Esoteric' یعنی عارفِ محقق، تمام دینی بلکہ غیر دینی روایتوں کو بھی عروسِ حقیقت کی جزوی جلوہ آرائی جانتا ہے۔ اور کسی دین یا نبی کا پابند ہوئے بغیر اور اسے واحد وسیلہ بنائے بغیر حقیقت کی براہِ راست معرفت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحریک کا امام فرتھجوف شوآن یا عیسیٰ نور الدین بالکل خدا کے لہجے میں بولتا ہے اور انبیا کے بارے میں سرپرستانہ رویہ رکھتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ عارفانِ دہر خود اپنے فلسفے سے وفادار نہیں ہیں۔ حقیقت اور ظہورِ حقیقت کے فلسفے کی رو سے حقیقت کا آخری ظہور دراصل ان کی عینیتِ مطلقہ اور استلزامِ محض کا ظہور ہے۔ ہر نوع کے تعددِ ظہور کو ختم کر دیتا ہے اور لازماً واحد، دائمی، آفاقی اور ہمہ گیر ہوتا ہے۔ دینِ محمدی، بقول ان کے اسلامِ حقیقی کا آخری ظہور ہے تو اس کے معنی اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ بندگی اور نجات و وصول وغیرہ کا ہر تحقق اسی کی بنیاد پر ہو گا اور ادیانِ ماسبق کی کوئی جداگانہ حیثیت نہیں رہی۔''

آخری سوال بھی طالب صاحب نے کیا: ''دین پر چلنے کا راستہ دو طرح سے بیان کیا گیا ہے ایک تو عام علما کا بیان کردہ ہے سیدھا سادا طریقہ سے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کریں۔ دوسرا حلقہ یہ کہتا ہے کہ جب دینی راستہ اختیار کیا جاتا ہے تو اوراد و وظائف پڑھے جاتے ہیں، کچھ منازل طے ہوتی ہیں، خدا کے قرب کی منزلیں طے کرتے ہوئے وصال کے مقام پر پہنچا جاتا ہے، کشف ہوتا ہے، حقائق کھول دیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک صوفی کے الفاظ میں اگر اندھیری رات کی تاریکی میں پتھر پر چیونٹی بھی چل رہی ہو تو بھی اس کی مجھے آواز سنائی دیتی ہے۔ آپ موخر الذکر راستے کے متعلق کیا کہتے ہیں؟''

بہت اچھا کیا آپ نے یہ سوال کر کے.... اس سے مجھے اور میرے جیسوں کو صفائی کا موقع مل جائے گا۔ آپ نے موخر الذکر جس راستے کا تذکرہ کیا ہے، یہ انتہائی خطرناک ہے۔ یہ سختی سے قابلِ تردید باتیں ہیں۔ اس

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

طرح کی کرامات اور فضائل کا جو ایک نظام فرض کر لیا گیا ہے یہ سارے کا سارا ان دینی فضائل کی تردید پر منتج ہوتا ہے جن کو دین ہمارا منتہا بناتا ہے۔ اس طرح کے تصوف سے، جس کی تاریخ میں کثرت سے مثالیں ملتی ہیں، افتادِ طبع میں ایک بڑا نقص پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا نہ ہونا۔ ایسا شخص دل سے رسول اللہ کی عظمت کا قائل ہی نہیں رہتا۔''

احمد جاوید صاحب کے اس تبصرے پر سب نے تحسین کے کلمات کہے اور اسے گفتگو کا بہت اچھا خاتمہ قرار دیا۔ ہم نے محترم مہمان کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے ہمیں تین دفعہ وقت دیا اور گفتگو کو کسی منطقی انجام تک پہنچایا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

افسانہ

محمد بلال

دو سوال

''اف! اچھرہ، انارکلی، لبرٹی؛ ساری مارکیٹیں چھان ماری ہیں، تب کہیں جا کر ڈھنگ کے کپڑے ملے ہیں۔'' شہلا نے کپڑوں سے بھرے شاپر بیگ ایک طرف رکھ کر صوفے پر گرتے ہوئے اپنے خاوند اکرم سے کہا۔

''بھئی میں نے تمھیں کہا تھا کہ سب کچھ اچھرہ ہی سے خرید لو.... لیکن تمھاری معیار پسندی تمھیں ہمیشہ خوار کرتی ہے۔ اب اس میں ہم کیا کریں۔'' اکرم نے بے نیازی سے کندھے اچکا کر کہا۔

''معیار پسندی نہیں، عزت کی خاطر اتنی خوار ہوئی ہوں، ڈھنگ کے کپڑے نہ خریدتی تو سارے خاندان میں ناک کٹ جاتی۔'' شہلا نے تنک کر کہا۔

''اچھا بابا ٹھیک ہے، تم جیتی میں ہارا۔'' اکرم نے قریب پڑا ایک فلمی رسالہ اپنی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا دیکھو تو سہی۔'' شہلا کپڑوں سے بھرے شاپر بیگ لے کر اکرم کے پاس آ بیٹھی اور تعریف طلب نظروں سے اسے مختلف کپڑے نکال نکال کر دکھانے لگی۔ وہ بڑے جوش سے بول رہی تھی:

''یہ دیکھو، یہ گڈو کی پینٹ اور شرٹ؛ آٹھ سو روپے مانگ رہا تھا میں نے سات سو ٹکائے.... یہ پنکی کا فراک؛ نو سو مانگ رہا تھا میں نے آٹھ سو دیے۔'' شہلا نے اکرم کا پریشان چہرہ دیکھا تو بولی: ''تمھاری ہی بہن کے بچوں کے لیے لائی ہوں اور یہ دیکھو، یہ سلیم کی شلوار قمیض کا کپڑا؛ آٹھ سو کا ہے.... یہ نجمہ کا سوٹ؛ یہ بھی آٹھ سو کا ہے.... یہ آپ کی پھوپھو جی کے سوٹ کا کپڑا؛ چھ سو کا.... اور یہ میرا ریڈی میڈ سوٹ۔''

''یہ کتنے کا ہے؟'' اکرم نے دکھ بھرے لہجے میں پوچھا۔

''گیارہ سو کا۔''

''یہ تم اپنا سوٹ کیوں لے آئی ہو؟''

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

”اپنے لیے ہی نہیں، پپو کے لیے بھی لائی ہوں۔“

”اوہو! اس کی کیا ضرورت تھی؟“

”لگتا ہے آپ اس دنیا میں نہیں رہتے، کل فنکشن میں دیکھیے گا سب کیسے بن ٹھن کے آئے ہوں گے۔“

اکرم نے دل ہی دل میں ساری رقم کا ٹوٹل کیا اور ایک سرد آہ بھر کر صوفے ہی پر نیم دراز ہو گیا اور خلا میں گھورنے لگا۔

پپو، اکرم کا بیٹا، چھٹی کلاس کا طالب علم ہے اور بلا کا ذہین لڑکا ہے۔ وہ اسی کمرے میں بیٹھا یہ ساری گفتگو بڑے غور سے سن رہا تھا۔ وہ بولا:

”ڈیڈی یہ نانی پھوپھو کے گھر کس کی شادی ہے؟“

شادی کا لفظ سن کر اکرم اور شہلا دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اکرم نے اٹھ کر فون اٹھایا۔ دوسری طرف سے اکرم کی بہن، نجمہ بولی:

”ہیلو....“

”ہیلو....“

”جی اکرم بھائی؟“

”ہاں، نجمہ۔“

”السلام علیکم!“

”وعلیکم السلام!“

”کیا حال ہے نجمہ؟“

”حال بس ٹھیک ہی ہے۔ ہم نے سارے رشتہ داروں کی گنتی کی ہے۔ سو سے زیادہ بنتے ہیں۔ چھ دیگیں پکیں گی۔“

”ہاں، اتنی تو پک ہی جائیں گی۔“

”مرگ پر تو کئی لوگوں کو پتا ہی نہیں تھا، اب تو سب کو معلوم ہو چکا تھا۔ اس لیے لگتا ہے چہلم پر سبھی آجائیں گے۔“

”ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔“

”اچھا اکرم بھائی آپ لوگ کچھ لا رہے ہیں نا.... کہیں میری سسرال میں ناک نہ کٹوا دیجیے گا؟“

”بھئی آج ہی شہلا شاپنگ کر کے آئی ہے سارے کپڑے خرید لیے ہیں.... لبرٹی سے.... اچھے والے۔“

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

"اچھا اور؟"

"اور کیا؟"

"اکرم بھائی مجھے پتا چلا ہے کہ میری دیورانی کے میکے والے کپڑوں کے ساتھ سونے کی کچھ چیزیں بھی لا رہے ہیں۔ آپ بھی سونے کی کچھ چیزیں لیتے آئیں۔ ورنہ سسرال میں میری دیورانی نمبر لے جائے گی اور آپ لوگوں کی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔"

"یہ بات سن کر اکرم کچھ بجھ سا گیا۔ وہ کچھ توقف کے بعد بولا:

"تم.... تم فکر نہ کرو.... کک کرتے ہیں کچھ.... اوکے.... ہاں ہاں.... اچھا.... خدا حافظ۔"

اکرم نے فون کریڈل پر رکھا اور پتھرائی ہوئی نظروں سے کچھ سوچنے لگا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" شہلا نے اکرم کا کندھا ہلا کر پوچھا۔

"سوچ رہا ہوں کہ پھوپھا جی طبعی موت مرے ہیں، میں نے تو انھیں نہیں مارا۔ پھر یہ رسموں کی شکل میں مجھے کیوں سزا دی جا رہی ہے۔"

"اوہو! بات کیا ہوئی ہے؟"

"بات یہ ہوئی ہے کہ نجمہ کی دیورانی کے میکے والے چہلم پر اپنی بیٹی، داماد، بیٹی کے بچوں اور بیٹی کی ساس کو قیمتی کپڑوں کے ساتھ سونے کی چیزیں بھی دے رہے ہیں۔ اور نجمہ اصرار کر رہی ہے کہ اس کی عزت کی خاطر اس کے لیے بھی سونے کی چیزیں لائی جائیں۔"

"اکرم، بات تو پریشانی کی ہے لیکن یہ کرنا ہی پڑے گا۔ نجمہ نے اچھا کیا جو پہلے ہی بتا دیا یہ نجمہ ہی کی نہیں، ہماری بھی عزت کا مسئلہ ہے.... تم کہیں سے ادھار پکڑ لو.... یا اپنی تنخواہ ایڈوانس نکلوا لو۔ سونے کی چیزیں تو ہر حال میں خریدنی پڑیں گی۔"

پپو یہ سب کچھ غور سے دیکھ رہا تھا وہ بولا:

"ڈیڈی یہ نانا پھوپھا کے مرنے کی خوشی میں کوئی فنکشن ہو رہا ہے؟"

اکرم جو پہلے ہی غصے میں تھا پپو کی بات سن کر اس کا جی چاہا کہ پپو کے منہ پر تھپڑ مار دے لیکن وہ دانت پیس کر ہی رہ گیا۔

اگلے دن دفتر سے اکرم سسرال میں اپنی اکلوتی بہن کی لاج رکھنے کی خاطر اپنے دوستوں اور اکاؤنٹنٹ سے جتنی رقم ایڈوانس لے سکتا تھا، وہ حاصل کی اور گھر آ کر بیگم کے ہاتھ پہ رکھ دی۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

دوسرے دن اکرم کے مرحوم پھوپھا کی رسمِ چہلم اپنی پوری بہار پر تھی۔ دیگوں کے کھڑکنے کی آوازیں

آرہی تھیں۔ چارپائیوں پر مرغ کا ڈھلا ہوا گوشت چمک رہا تھا۔ دہی کے کونڈے آرہے تھے۔ گھی کے کنستر خالی ہو رہے تھے۔ لفافوں میں پیک سیکڑوں روغنی نان آرہے تھے۔ منڈی سے مختلف قسم کے پھل لوڈر پر آرہے تھے۔ رنگین کپڑوں میں خاندان کے چمکتے اور دمکتے ہوئے بچے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ہلکے میک اپ میں خواتین بھی گپ شپ میں مصروف تھیں۔ نجمہ بہت خوش تھی کہ جب خاندان کے لوگوں کو معلوم ہو گا کہ میرے میکے سے کیا آیا ہے تو اس کی واہ واہ ہو جائے گی۔ لیکن اسے اس چیز کا اندیشہ افسردہ کر دیتا تھا کہ کہیں اس کی دیورانی کے میکے والے اس سے زیادہ قیمتی اور زیادہ تعداد میں سونے کی چیزیں نہ لے آئیں۔ محلے کے مولوی صاحب کندھے پر سرخ پرنا لٹکائے اپنے طالبِ علم بچوں کے جمِ غفیر کے ساتھ ایک بڑے کمرے میں دری پر بچھی سفید چادر پر تشریف فرما ہو چکے تھے۔ اگربتیاں سلگائی جا چکی تھیں۔ ایک طرف میز پر پڑے قرآنِ مجید کے سیپارے بچوں اور کچھ بڑوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔

دو گھنٹوں ہی میں دس قرآنِ مجید پڑھ کر ختم کر دیے گئے۔ پھر لوگوں نے کھجور کی گٹھلیوں کے ڈھیر سے کچھ گٹھلیاں اٹھائیں اور اپنے سامنے رکھ کر ان پر کچھ پڑھنے لگے۔

"ڈیڈی، یہ بڑے کمرے میں بیٹھ کر لوگ کیا کر رہے ہیں؟" پپو نے گلی میں ایک کرسی پر مقروض ہونے کے غم میں بیمار مرغ کی طرح گردن لٹکائے بیٹھے اکرم سے پوچھا۔

"بیٹے، نانا پھوپھا فوت ہو گئے تھے نا، یہ ان کے لیے ایصالِ ثواب کی رسم منائی جا رہی ہے۔"

"یہ ایصالِ ثواب کیا ہوتا ہے؟" پپو نے حیرت سے پوچھا۔

"بیٹا، اس میں یہ ہوتا ہے کہ خود کچھ نیک کام کر کے اس کا ثواب اس فوت شدہ آدمی کو بھیجا جاتا ہے۔"

"یہ ثواب کیسے بھیجا جاتا ہے؟" پپو نے تجسس سے پوچھا۔

"یہ مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں نا۔ یہ ابھی دعا کریں گے کہ اے اللہ یہ جو کچھ پڑھا گیا اس کا ثواب نانا پھوپھا کو پہنچے۔"

"اس طرح ثواب انھیں پہنچ جائے گا؟" پپو نے آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

"ہاں پہنچ جائے گا۔" اکرم نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"اچھا!" پپو سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے اور کچھ سوچتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ اس نے بڑے کمرے میں جا کر ساری رسم بغور دیکھی اور اسے اپنے ڈیڈی کی بتائی ہوئی باتوں کے عین مطابق پایا۔

ایصالِ ثواب کی رسم ادا کرنے کے بعد کھانے کا وقت ہو گیا۔ گوشت اور چاولوں کی دیگیں صحن میں آگئیں... اور دیکھتے ہی دیکھتے خالی ہو گئیں... گھر کے صحن کے کونے میں پڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے ڈرم

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ہڈیوں، نان کے ٹکڑوں اور پھلوں کے چھلکوں سے بھر گئے۔

اُدھر پپو کا ذہن بھی ایصالِ ثواب کے بارے میں بے شمار سوالوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس رات جب وہ سونے کے لیے بستر پر دراز ہوا تو آنکھ لگنے تک بہت کچھ سوچتا رہا۔

صبح اسکول جانے سے پہلے پپو نے اکرم سے کہا:

''ڈیڈی، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اس مہینے آپ مجھے سائیکل لے کر دیں گے... آدھے سے زیادہ مہینا گزر گیا ہے.... اور آپ نے ابھی تک.....''۔

یہ بات سن کر اکرم کو غصہ آگیا وہ پپو کی بات کاٹ کر جھنجھلا کر بولا:

''تمھیں اپنی پڑی ہوئی ہے..... دیکھا نہیں ہے پھوپھا جی نے مر کر ہمیں کیسا مارا ہے... ایسے دو چہلم اور آ گئے تو مجھے اپنی موٹر سائیکل بھی بیچنی پڑے گی.....اب پانچ چھ مہینے صبر کرو...''

پپو نے اکرم کی بات سنی اور منہ لٹکا کر اسکول جانے کے لیے بوجھل قدموں سے چلتا ہوا گھر سے باہر آ گیا..... بس اسٹاپ پر حسبِ معمول کافی دیر بس کا انتظار کرتا رہا۔ جب بس آئی تو وہاں موجود ایک جمِ غفیر نے بس کے دروازوں پر چڑھائی کر دی۔ پپو بھی کافی جدوجہد کرنے کے بعد بس کے اندر ٹھنسی ہوئی سواریوں میں جا پھنسا۔

سائیکل نہ ملنے کی وجہ سے پپو اس دن بہت غمگیں تھا۔ اصل میں وہ اپنے سب دوستوں کو بتا چکا تھا کہ اس مہینے سے وہ اپنی سائیکل پر اسکول آیا اور جایا کرے گا۔ پپو کے ذہن کے پردے پر آنے والا وہ منظر بار بار ابھر رہا تھا جس میں اس کے دوست سائیکل نہ ملنے کی وجہ سے اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔

بہر حال جیسے تیسے پپو اسکول پہنچا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ایک استاد کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اسکول میں آج چھٹی ہے۔ اب پپو کے پاس سارا دن تھا۔ وہ اسکول کے قریب ہی سائیکلوں کی مارکیٹ میں چلا گیا۔ وہاں وہ دکانوں کے باہر پڑی چمکتی ہوئی سائیکلوں کو حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ اسی اثنا میں اس مارکیٹ کے قریب مین روڈ پر ایک بس میں ایک بم پھٹا۔ زوردار دھماکے کی آواز سن کر مارکیٹ کے سب لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ بہت سے لوگ اُس بس کی طرف دوڑے پپو بھی وہاں سے بھاگنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ایک دکان کے باہر کھڑی کچھ سائیکلوں پر پڑی۔ اس وقت وہاں کوئی بھی ان کی نگرانی کرنے والا نہیں تھا۔ پپو کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ ایک سائیکل لے کر بھاگ جائے۔ لیکن وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ یکایک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ وہ کچھ مطمئن ہو گیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا اور سائیکل لے کر بھاگ گیا۔

شام کو اکرم نے پپو کو گلی میں نئی سائیکل چلاتے ہوئے دیکھا تو اس کے پاس جا کر حیرت سے پوچھا:

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

''یہ سائیکل کس کی ہے؟''

''میری ہے۔'' پپو نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''تمھاری ہے.... کس نے لے کر دی ہے تمھیں؟''

''کسی نے نہیں ڈیڈی، میں نے ایک دکان سے اٹھالی۔''

''اٹھالی!'' اکرم آنکھیں نکالتے ہوئے بولا۔

''کسی کو پتا بھی نہیں چلا۔'' پپو نے آہستگی سے رازدارانہ انداز سے کہا۔

''تمھیں پتا ہے، تم نے چوری کی ہے.... اور چوری کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔''

''مجھے پتا ہے ڈیڈی لیکن کچھ نہیں ہوتا.... کل ہمارے حساب کے ٹیچر فوت ہو گئے۔ مجھے ایک دن انھوں نے بہت مارا تھا۔ مجھے وہ بہت برے لگتے تھے۔ اس لیے میں نے دعا کر لی ہے کہ یا اللہ میری اس سائیکل کی چوری کا گناہ، اس ٹیچر کو پہنچے۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو!'' اکرم چلایا۔

''ڈیڈی، اگر کسی کی نیکی کسی مرے ہوئے کو پہنچ سکتی ہے تو گناہ بھی تو پہنچ سکتا ہے نا؟''

پپو کی یہ بات سنتے ہی اکرم نے کچھ کہنے کے لیے غصے سے فوراً منہ کھولا، لیکن اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ پپو تیزی سے خوشی خوشی سائیکل چلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ لیکن اکرم کا منہ ابھی تک کھلا ہوا تھا۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

خیال و خامہ
جاوید

وادیِ کشمیر

اب یہاں رنگِ بہاراں ہے جوانوں کا لہو
سرخ رو ہیں وادیِ کشمیر میں کوہ و دمن
سر برہنہ بیٹیوں کے پیرہن بکھرے ہوئے
مرثیہ خواں ہر در و دیوار پہ مرغِ چمن

موسمِ گل زرد پتوں کی ردا پہنے ہوئے
ڈھونڈتا ہے دخترِ گلمرگ کا عہدِ شباب
آب جووں کا ترنّم نوحۂ غم کی صدا
سرفگندہ وادیوں میں آبشاروں کے رباب

چھوڑ جاتی ہے اِدھر بھی وادیِ نیلم کی رات
ہر طرف بارود گولوں کی تباہی کے نشاں
ہند کے اربابِ دانش اب بھی سنتے ہوں اگر
آگ میں جھلسے ہوئے معصوم بچوں کی فغاں

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

پوچھیے اُن سے کہ جمہوری سیاست ہے یہی؟
عہد حاضر میں بھی آزادی کی قیمت ہے یہی؟

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"